شہری

شہری برائے بہتر ماحول

جنوری تا جون ۲۰۱۸ء

شہری
CITIZENS FOR A BETTER ENVIRONMENT

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا
ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ
یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے......
مارگریٹ میڈ

پانی پانی_ہائے پانی_ناپید ہو گیا
اور پینے کے قابل پانی کا ایک قطرہ بھی دستیاب نہیں

آئینی پٹیشن نمبر 38/2016 (شہاب استو بنام حکومت سندھ ودیگر) میں سپریم کورٹ آف پاکستان کی جانب سے جاری کردہ حکم کی تعمیل میں انکوائری کمیشن نے 25 فروری 2017 کو اپنی رپورٹ شائع کردی۔ کمیشن کو سندھ کے عوام کو پینے کے صاف پانی فراہم اور مہیا کرنے کے ضمن میں، سندھ میں نکاسی آب کی تباہ شدہ حالت پر اور سندھ تحفظ ماحولیات ایکٹ 2014 کے تحت سندھ تحفظ مالیات ایجنسی کو دیئے گئے مینڈیٹ پر اس کے کردار کا تجزیہ کرنے کے ضمن میں اپنے تحقیقات/ حاصلات کو ریکارڈ کرنے کے لیے رپورٹ کا اجراء کرنا لازمی تھا۔ حساس دل رکھنے والے قارئین اور رجائیت پسند شہریوں کو اب اپنی آنکھیں کھول لینی چاہیے کیونکہ رپورٹ میں شائع ہونے والی تحقیقات/ حاصلات نہ صرف خطرناک ہیں بلکہ خوفزدہ کردینے والی ہیں۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم سندھ میں رہنے والے شہری صوبے میں پینے کے صاف پانی تک رسائی اور گندے پانی کے نظام کی ناقص اور تباہ کن حالت سے باخبر نہیں ہیں۔ تاہم مسئلہ کی وسعت جیسا کہ رپورٹ میں شامل حقائق اور اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے، ہمیں یہ سوال کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ کیسے چیزیں اتنی زیادہ خراب ہوگئیں؟

رپورٹ کے مطابق سندھ کے شہریوں کو فراہم کیے جانے والے پینے کے پانی کے معیار کے ضمن میں باضابطہ نتائج کو ریکارڈ کرنے کے لیے کمیشن نے فیصلہ کیا کہ صوبے کے مختلف حصوں سے اکٹھا کئے گئے پانی کے نمونوں کی جانچ پڑتال کے لیے پاکستان کونسل آف ریسرچ برائے ذرائع آب (Pakistan Counsel of Research in Water Resources) کی خدمات حاصل کی جائیں تاکہ جمع شدہ پانی کے نمونوں (زیرِ زمین پانی اور سطح زمین پر پانی) کی کیمیکل اور مائیکرو بائیولوجیکل ٹیسٹ رپورٹ حاصل کی جاسکیں۔

(بقیہ صفحہ ۳ پر)

اندرونی صفحات

موسمیاتی تغیر ہماری غذائی...... 06
ایک شہری کی تعریف کیا ہونی چاہیے 08
ایسے حقائق جنہیں آپ رہنمائی...... 09
شہری کے زیر اہتمام شجرکاری مہم 10
کیا ہم زہر پی رہے ہیں؟ 13
سندھ شفافیت اور حق معلومات...... 16
سرسبز جگہیں اور اچھی صحت 19

شہری

R-88، بلاک 2، پی ای سی ایچ ایس،
کراچی 75400، پاکستان
ٹیلی فون/فیکس: 46 06 53 34-21-92+
E-mail: info@shehri.org
Url: www.shehri.org

اِدارتی مشاورت: شہری-سی بی ای ٹیم

اِنتظامی کمیٹی:
چیئرپرسن: ڈاکٹر قیصر بنگالی
وائس چیئرپرسن: سمیر حامد ڈودھی
جنرل سیکریٹری: امبر علی بھائی
خزانچی: عامرہ جاوید
ارکان: دانش آذر زوبی، محمد علی رشید اور سالیقہ انور

بانی اراکین:
مسٹر خالد ندوی، بیرسٹر قاضی فائز عیسیٰ، حمیرا رحمٰن، دانش آذر زوبی، نوید حسین، بیرسٹر زین شیخ اور قیصر بنگالی

شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر: سرور خالد
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: محمد ریحان اشرف
مینیجر کمیونی کیشن: ایس حمنہ مہوش القادری
اکاؤنٹ کنسلٹنٹ: عرفان شاہ
آفس اسسٹنٹ: محمد طاہر
آفس بوائے: خورشید احمد
سیکورٹی گارڈ: محمد مجاہد

قلمکاروں کے لیے ہدایات:
آپ بھی 'شہری' کے لیے لکھ سکتے ہیں۔ اس ضمن میں معلومات کے لیے 'شہری' کے دفتر سے رابطہ قائم کریں۔ ایڈیٹر/ ادارتی عملے کا اس خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

Production:
Saudagar Enterprises
Web: www.saudagar.com.pk
Phone: 021-34152970
Cell: 0333-2276331

مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن

اداریہ

کراچی میں ایک شہر کی بنیادی خوبیاں موجود ہیں؟

جیسا کہ کراچی شہر ایک مصیبت سے آنے والی اگلی مصیبت اور بحران سے نبرد آزما رہتا ہے اس ششماہی اشاعت میں تجزیہ کیا گیا ہے کہ حقیقتاً ایک شہر کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں۔ 'ایک شہر کی تعریف کیا ہے؟' کے عنوان کے تحت لکھے گئے ایک مقالے میں ڈاکٹر قیصر بنگالی نے دریافت کیا کہ چار جمع ایک (Four Plus One) سہولیات ایسی ہیں جو ایک شہر کو روزانہ (اور کچھ 24 گھنٹوں) کی بنیاد پر فراہم کرنا ضروری ہیں جن کے بغیر ایک شہر تباہی کا شکار ہوسکتا ہے اور ایک شہر کی حیثیت سے اپنی شناخت کھوسکتا ہے۔ ان سہولیات میں فراہمی آب، گندے پانی کی نکاسی کا نظام، کوڑا کرکٹ ٹھکانے لگانے کا نظام اور پبلک ٹرانسپورٹ شامل ہیں جبکہ پانچویں سہولت بلا رکاوٹ/تعطل بجلی کی فراہمی ہے۔

اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ ان کے اخذ کردہ نتائج کے مطابق کراچی میں بحیثیت ایک شہر پہلی چار سہولیات مہیا نہیں ہیں اور بجلی کی فراہمی بھی زیادہ تر تعطل کا شکار رہتی ہے۔ ہماری سرورق کی رپورٹ میں اس ڈراؤنی حالت کی حقیقت کو زیادہ حقیقی انداز میں پیش کیا گیا ہے جس میں صوبے میں سندھ کے عوام کو پینے کے صاف پانی کی فراہمی اور نکاسی آب کی تباہ شدہ صورت حال کے طریقہ کار کا جائزہ لینے کے لئے سپریم کورٹ آف پاکستان کے حکم پر قائم کئے گئے واٹر کمیشن کی تحقیقاتی رپورٹ کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں شامل تحقیقات واضح طور پر اس جانب اشارہ کرتی ہیں کہ صوبائی حکومت، اس کے افسران، ادارے اور محکمے جن پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ سندھ کے عوام کو پینے کے صاف پانی کی فراہمی اور نکاسی آب کی سہولت فراہم کریں گے مکمل طور پر ناکام رہے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح ہم صرف یہ امید کرسکتے ہیں کہ رپورٹ میں شامل تجاویز کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال نہ دیا جائے۔ سندھ سے ہٹ کر زہریلا پانی پلانے کے ضمن میں شہریوں کو پینے کا صاف اور محفوظ پانی فراہم کرنے کے سلسلے میں سیمن سائمن شراف نے 'کامیاب حکومتوں' کے کئے (ناکام) منصوبوں کا تجزیہ کیا ہے۔ ان منصوبوں کی تاریخ کا پنجاب صاف پانی اسکینڈل کی روشنی میں تجزیہ کیجئے۔ شراف نے مطالبہ کیا ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان اور قومی احتساب بیورو (NAB) کو 2004 سے تحقیقات کا آغاز کرنا چاہیے کہ کیسے فراہمی آب کے سلسلے میں فراہم کی گئی خطیر رقم کو لالچ اور تیزی سے پیسہ بنانے کی ہوس میں بدعنوانی اور بدانتظامی کے ذریعہ ہڑپ کرلیا گیا۔ ان منصوبوں میں علم اور مہارت کی کمی کی وجہ سے غیر ضروری طور پر اخراجات اور تخمینوں کو کئی گنا بڑھا دیا گیا۔ ظاہری طور پر صاف نظر آتا ہے کہ ان نئی اسکیموں میں سے زیادہ تر وہی پرانی شراب ہے جسے دوبارہ سے ایک نئی بوتل میں پیش کیا گیا۔

'سرسبز جگہیں اور اچھی صحت' کے عنوان کے تحت لکھے گئے مضمون میں ہمارے مہمان مضمون نگار یاسر علی بھائی نے حال ہی میں کراچی یونیورسٹی کی شائع ہونے والی تحقیقاتی رپورٹ کا تجزیہ کیا ہے جس میں پارک اور سرسبز جگہوں کی صحت پر مرتب ہونے والے اثرات کی قدر اور اہمیت کا تجزیہ کیا گیا ہے اور ان سرسبز جگہوں کے اردگرد رہنے والے لوگوں کی صحت پر مرتب ہونے والے مثبت اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے اور عظیم تر قیات اور ان جگہوں تک رسائی کے لیے پرزور دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ ایسی سرسبز جگہوں کا یہ ایک نیا اور دلچسپ اثر سامنے آیا ہے جو ماحول پر پڑنے والے مثبت اثرات کا بنیادی پہلو ہے جس کی مزید وضاحت اس اشاعت میں شامل ایک اور مضمون بعنوان 'شجرکاری مہم' میں کی گئی ہے جس میں کراچی کو سرسبز بنانے کے لئے دو مستقل مزاج شہریوں اور شہری سی۔ بی۔ ای۔ کی کاوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے، جنہوں نے شہر بھر میں درخت لگانے کی مہم چلا رکھی ہے۔ مضمون میں ایسے درخت لگانے کی اہمیت پر بھی بحث کی گئی ہے جن سے معاشی فوائد حاصل ہوسکتے ہیں مثلاً پھلدار کے درختوں کی شجرکاری۔

سخت گرم مہینوں کے حملے کے بعد مون سون بارشوں کے ہونے کی نوید سنائی دی ہے۔ تاہم مون سون کے موسم میں ہونے والی بارشوں کی مقدار میں ماحولیاتی اور موسمیاتی تغیر کی وجہ سے سال بہ سال کمی واقع ہورہی ہے اور ہمارے اندازے کے مطابق اس سال خریف کی فصل کی کاشت پر منفی اثرات پڑیں گے جس کے نتیجہ میں ہماری گرمی کی سبزیوں اور پھلوں کی پیداوار میں کمی آسکتی ہے۔

'ایک پارک کی داستان' کے عنوان کے تحت لکھے گئے مضمون مین امرہ جاوید نے اپنے علاقے میں واقع پارک کو لینڈ مافیا اور دیگر مفاد پرست عناصر کے چنگل سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنی کاوشوں کی تفصیلات سے آگاہ کیا ہے، بدقسمتی سے یہ ایک ایسی جنگ ہے جو آج کی ایک کڑوی سچائی ہے۔

اس شمارے میں ہم نے سندھ شفافیت اور حق معلومات ایکٹ 2016 کے طریقہ کار پر بھی بحث کی ہے اور آگہی اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے کہ کس طریقے سے عام شہری متعلقہ سرکاری محکموں سے کس قسم کی معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔ معلومات تک رسائی کا حق شہریوں کا نہ صرف ایک بنیادی حق ہے بلکہ ایک مہذب اور جمہوری معاشرہ کے استحکام کے لئے ایک نہایت کارآمد ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعہ ہمیں سرکاری اہلکاروں کی کارگردگی کی نگرانی اور جوابدہ بنانے میں معاونت حاصل ہوتی ہے بلکہ سرکاری اداروں اور افسران کی کارکردگی کے صحیح حقائق کو بھی جاننے میں مدد ملتی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارے نیوز لیٹر کے اس شمارے کو پڑھتے ہوئے لطف اندوز ہوں گے اور سب کے لیئے بہتر ماحول کے حق کے لئے اپنی آواز بلند کریں گے اور اپنے اس حق کے حصول کے لئے ٹھوس عملی اقدامات بھی اٹھائیں گے۔

Member of IUCN World Conservation Union

Every effort has been made to ensure the accuracy of the contents of this publication. The author or the organization does not accept any responsibility of any omission as it is not deliberate. Nevertheless, we will appreciate provision of accurate information to improve our work.

مختلف اضلاع سے زیرزمین پانی اور سطح زمین پانی کے 33 نمونے تفصیلی طبعی کیمیاوی (Physiochemical) اور خوردحیاتیاتی (Microbiological) معیارات کی جانچ پڑتال کے لیے حاصل کئے گئے مثلاً پانی کی رنگت، بو، ذائقہ، آرسینک، تمام حل شدہ ٹھوس اجزا، نائٹریٹ، نائٹروجن، سلفیٹ اور دیگر اجزاء کی مقدار وغیرہ۔ پانی کے یہ تمام نمونے پینے کے پانی کے ذخائر سے براہ راست حاصل کئے گئے مثلاً فراہمی کے نظام، ٹریٹمنٹ پلانٹس، پمپنگ اسٹیشن، آراو/ فلٹر پلانٹس اور گھروں کی سطح پر نصب ہینڈ پمپس وغیرہ۔

33 پانی کے نمونوں کے نتائج مندرجہ ذیل ہیں۔

- طبعی اور جمالیاتی معیارات کے مطابق آلودگی کی وجہ سے 23 فیصد نمونے ناقابل استعمال پائے گئے، مثلاً گدلاپن، رنگت، بو اور ذائقہ۔
- کیمیاوی معیارات کے مطابق کیمیاوی آلودگی کی وجہ سے 30 فیصد نمونے غیرمحفوظ پائے گئے مثلاً پانی میں حل ٹھوس اجزاء، پانی کی سختی، کیلشیم، سوڈیم، پوٹاشیم، کلورائیڈ، سلفیٹ وغیرہ۔
- 74 فیصد پانی کے نمونے خورد حیاتیاتی (Microbiological) آلودگی کی وجہ سے انسانی استعمال کے لیے غیرمحفوظ پائے گئے۔

نمونوں کے ایک اجمالی جائزے سے یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ 75 فیصد پانی کے نمونے انسانی استعمال کے لیے غیرمحفوظ پائے گئے۔

150 سے زائد صفحات پر مشتمل رپورٹ میں حقائق کا ایک محتاط اور جامع تجزیہ کیا گیا ہے، جس میں مختلف رپورٹیں اور مختلف سرکاری اداروں، افسروں اور محکموں جو سندھ میں پانی کی ترسیل اور نکاسی آب کے ذمہ دار ہیں، کے بیانات اور اعتراضات شامل ہیں اور مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے:

- سندھ کے عوام پینے کا صاف پانی نہیں پی رہے ہیں، دریائے سندھ، اس کے معاون دریا اور نہریں جو پینے کے صاف پانی کا ذریعہ ہیں، آلودگی کا شکار ہو چکے ہیں کیونکہ ان میں گدوبیراج سے کوٹری بیراج تک مسلسل بلاانتظام میونسپل اور صنعتی فضلہ شامل کیا جا رہا ہے۔ متعلقہ محکمے/ ادارے بشمول حکومت سندھ پانی کی اس آلودگی کا ادراک رکھتے ہیں لیکن اس کو روکنے کے لیے کوئی اقدامات نہیں کرتے۔
- پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے لیے سندھ کے کئی شہروں میں فلٹریشن پلانٹس نصب کرنے کے بعد مقامی اداروں کے حوالے کئے گئے جو ان فلٹر پلانٹس کو آپریٹ کرنے والے اداروں/ محکموں کے افسران کی عدم توجہی، ناقص کارکردگی اور بدعنوانیوں کی وجہ سے تقریباً تمام ہی برباد ہو چکے ہیں۔ یہ پلانٹس جنہیں زیادہ تر اپنے زیر انتظام علاقوں میں پانی کی فراہمی اور پانی کو صاف کرنے کے لیے جو انسانی استعمال کے قابل ہو، لگایا گیا تھا لیکن سندھ بھر میں یہ فلٹر پلانٹس اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔
- پانی کی جانچ کا کوئی بھی طریقہ جو کہ پانی صاف کرنے کے عمل کا ایک لازمی حصہ ہے، کسی بھی فلٹر پلانٹس/ آراو پلانٹس پر اختیار نہیں کیا جاتا ہے۔ کچھ فلٹر پلانٹس پر لیبارٹری کی سہولت دستیاب ہے لیکن یہ صرف آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے اور طبعی، کیمیاوی اور خوردحیاتیاتی معیارات کے تعین کے لئے کسی بھی قسم کی جانچ پڑتال نہیں کی جاتی ہے۔
- جراثیم آلود خام پانی پینے کے لئے لوگوں کو فراہم کر دیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں متعدد موذی، جان لیوا اور وبائی امراض مثلاً ہیپاٹائٹس، جگر کا سرطان (Liver Cencer)، خون کی کمی اور بچوں کے امراض کا سندھ بھر میں اضافہ ہو رہا ہے۔
- میٹھے پانی کی زرعی آبپاشی کی نہروں کی حفاظت سے تعلق رکھنے والے محکمے اپنے کام سے غافل خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔
- کراچی اور حیدرآباد جیسے بڑے شہروں میں غیرقانونی واٹر ہائیڈرنٹس، پانی کی چوری اور غیرقانونی پانی کے کنکشنوں اور شہری انفرااسٹرکچر کو وسعت دیئے بغیر بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر کی وجہ سے پانی کی قلت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔
- حکومت سندھ کا سندھ میں آراو پلانٹس کے ضمن میں ان کی موجودہ حالت کو ٹھیک کرنے کے لئے کوئی ٹھوس منصوبہ، مضبوط ارادہ یا دلچسپی نہیں ہے۔ اس بات کے ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ صوبائی حکومتوں کی ناقص حکمت عملی اور ترجیحات کی وجہ سے گذشتہ چار سے پانچ سالوں کے دوران حکومت نے ٹھیکیداروں کو اربوں روپے ادا کئے ہیں اور یہ جاننے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی کہ ان ٹھیکیداروں کی جانب سے اس خطیر رقم کے عوض فراہم کئے جانے والے پانی کا معیار اور مقدار کیا ہے۔

- کراچی اور حیدرآباد کے علاوہ سندھ کے دیگر شہروں میں فراہمی آب کی اسکیمیں تیار اور تعمیر کی گئیں اور ان کی تکمیل کے بعد انہیں مقامی میونسپل انتظامی اداروں کو چلانے اور مرمت کے لئے سپرد کر دیا گیا۔ بدقسمتی سے ان اداروں کے پاس ان اسکیموں کو چلانے کے لئے مطلوبہ صلاحیت موجود نہیں تھی جو ان کے مطلوبہ نتائج کو حاصل کر پاتے نتیجہ کے طور پر یہ تمام اسکیمیں ناکامی کا شکار ہوگئیں اور عوام کو پینے کے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں مل سکا۔
- فراہمی آب کی مرکزی لائنوں میں لیکج کی وجہ سے، پانی کی چوری اور اس کی روک تھام کے لئے اس کی نگرانی کے لئے کسی نظام کے نہ ہونے، ناقص، پرانے اور غیر مؤثر پمپنگ اسٹیشنوں کی ناقص کارکردگی، واٹر ٹینکر مافیا اور غیر قانونی ہائیڈرنٹس، بلند و بالا عمارتوں کی بڑھتی ہوئی تعمیرات، پانی کی فراہمی کے قدیم اور زنگ آلود نظام اور شہری اداروں کے اہلکاروں کی نااہلیت اور پانی کی تقسیم کے نظام میں جان بوجھ کر بدانتظامی کی وجہ سے عوام آلودہ پانی پینے پر مجبور ہیں۔
- بڑے شہروں کے پوش علاقوں میں نکاسی آب کے نظام کی دیکھ بھال بھاری لاگت اور ٹیکسوں کی وجہ سے بہتر طریقے سے کی جاتی ہے لیکن شہروں کے دیگر علاقوں میں نکاسی آب اور کوڑا کرکٹ کی صورتِ حال بہت خراب ہے۔ جہاں سیوریج، کچرا، گندگی اور گرد سڑکوں اور گلیوں کی ایک مستقل خاصیت بن چکی ہے۔ نکاسی آب کے لئے بنائے گئے نالے جو گندے پانی کو شہر سے باہر لے جاتے ہیں، قبضہ مافیا کے چنگل میں آچکے ہیں اور ان پر تجاوزات قائم کر دی گئی ہیں۔ گٹر بند ہو چکے ہیں اور کچھ گندے پانی کی نکاس کے لئے بنائے گئے نالے ٹھوس کچرا ٹھکانے لگانے کی جگہ بن چکے ہیں۔ باوجود اس کے کہ حکومت سندھ اس مد میں ایک خطیر رقم خرچ کرتی ہے لیکن کوئی ایک جدید ڈرینج سسٹم بنانے میں ناکام رہی ہے۔
- ٹھوس کچرا اٹھانے کا کوئی باقاعدہ انتظام نظر نہیں آتا جس کی وجہ سے شہروں نے کچرے کے پہاڑوں کی شکل اختیار کر لی ہے۔ مثلاً کراچی میں ٹھوس کچرا اٹھانے اور ٹھکانے لگانے کے نام پر ضلعی میونسپل کونسلیں کروڑوں روپے خرچ کرتی ہیں لیکن اس کے نتائج نظر نہیں آتے۔ کسی بھی شہر میں کچرا ٹھکانے لگانے کے لیے کسی بھی مختص جگہ کا وجود نہیں ہے جہاں کچرے کو ٹھکانے لگایا جا سکے۔ فی الوقت ٹھوس کچرا نکاسی آب کے نالوں، آبپاشی کی نہروں یا پھر کھلی جگہوں پر پھینک دیا جاتا ہے جہاں انہیں جدید طریقے سے ٹھکانے لگانے کا کوئی انتظام نہیں ہے یا پھر انہیں آگ لگا دی جاتی ہے۔
- اس ساری صورت حال میں سندھ تحفظ ماحولیات ایجنسی کی کارکردگی انتہائی مایوس کن رہی ہے اور وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو ادا کرنے میں بالکل ناکام رہی ہے۔ ادارے نے اسپتالوں کے جراثیم زدہ طبی فضلے کو میونسپل ڈرینج سسٹم میں ٹھکانے کے سلسلے میں کوئی کردار ادا نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے یہ فضلہ بالآخر پانی کے ذخائر تک پہنچ جاتا ہے۔ ادارہ ہسپتال ویسٹ مینجمنٹ رولز 2014 کو نافذ کرنے میں قطعی طور پر ناکام ہو چکا ہے اور نہ ہی اس نے صنعتی فضلے کی وجہ سے کراچی کے ساحلی علاقوں میں پیدا ہونے والی ماحولیاتی ابتری پر کوئی نوٹس لیا ہے۔
- محکمہ آبپاشی جو کہ آبپاشی کی نہروں اور دریائے سندھ کا محافظ ہے، قدرتی پانی کے ذخائر میں ٹھوس اور مائع فضلہ بشمول صنعتی فضلے کو قدرتی پانی کے ذخائر میں ٹھکانے لگانے پر بندش نہیں لگا سکا ہے جو کہ آلودگی اور میٹھے پانی کو آلودہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ ہے۔
- اسپتال اپنا فضلہ مونسپل فضلے کے ساتھ ٹھکانے لگاتے ہیں یا پھر اس طبی فضلے کو ڈرینج سسٹم میں بہا دیتے ہیں جو بالآخر آبی ذخائر میں شامل ہو جاتا ہے۔ جراثیم آلود کچرا اسپتال کے گراؤنڈ میں پھینک دیا جاتا ہے یا پھر اسے کھلے عام جلا دیا جاتا ہے کچھ سرکاری اور نجی اسپتالوں میں طبی کچرا کو ٹھکانے لگانے کی مشینیں موجود ہیں لیکن فی الوقت وہ کام نہیں کر رہی ہیں اور سرکاری اور نجی اسپتال کھلے عام ہسپتال ویسٹ مینجمنٹ رولز 2014 کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

(رپورٹ میں اس ساری صورت حال سے نمٹنے کے لئے 49 پیراگراف پر مشتمل تجاویز دی گئی ہیں۔ کیا کوئی واقعی ان پر توجہ دے گا؟

تجزیاتی ڈاٹا سے ظاہر ہوتا ہے کہ 460 پانی کے نمونوں میں سے 354 (77 فیصد) نمونے غیر محفوظ پائے گئے اور صرف 106 (23 فیصد) نمونے انسانی استعمال کے لئے محفوظ پائے گئے۔ مندرجہ ذیل جدول میں مقررہ کردہ معیار کے تحت تجزیاتی معیار کو دکھایا گیا ہے:

#	District	Total No. of Samples	Safe		Unsafe	
			No.	%	No.	%
1	Karachi	**118**	11	9.3	107	90.7
2	Thatta	**16**	2	12.5	14	87.5
3	Hyderabad	**40**	5	12.5	35	87.5
4	Jamshoro	**30**	1	3.33	29	96.7
5	Tando M. Khan	**20**	3	15	17	85
6	Tando Allahyar	**11**	1	9	10	91
7	Badin	**36**	7	19.4	29	80.6
8	Mirpurkhas	**20**	2	10	18	90
9	Tharparkar	**28**	10	35.7	18	64.3
10	Nawabshah	**26**	11	42.3	15	57.7
11	Khairpur	**28**	8	28.6	20	71.4
12	Sukkur	**30**	5	16.7	25	83.3
13	Shikarpur	**32**	7	21.9	25	78.1
14	Larkana	**25**	3	12	22	88
	Total	**460**	**76**	**16.5**	**384**	**83.5**

اکٹھا کئے گئے نمونوں کے تجزیہ کی بنیاد پر اسپتالوں میں پانی کے معیار کی تفصیلات مندرجہ ذیل جدول میں ظاہر کی گئی ہیں:

S. No.	District	No. of Hospitals visited	No. of samples visited	safe	Unsafe	
					Chemical	Micro
01	Nawab Shah	04	05	02	02	03
02	Hyderabad	10	11	03	00	08
03	Badin	01	06	01	02	05
04	Jamshoro	05	07	0	0	07
05	Tando M. Khan	02	02	0	01	02
06	Tando Allahyar	03	04	01	03	02
07	Mirpurkhas	03	03	0	0	03
08	Khairpur	03	04	01	01	02
09	Sukkur	04	04	01	02	03
10	Thatta	02	03	0	0	03
11	Shikarpur	04	05	0	05	05
12	Tharparkar	00	00	00	00	00
13	Larkana	06	09	01	07	04
14	Karachi	24	24	03	02	21
		71	87	13 (14.9%)	25 (28.7%)	68 (78.1%)

موسمیاتی تغیر ہماری غذائی ذخیرہ پر کیسے اثر انداز ہوگا؟

امبر علی بھائی

ہر سال گرمیوں میں ہم موسمی پھلوں اور سبزیوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اسے ایک عام اور معمول کی بات تصور کرتے ہیں۔ سردیوں کے فوری بعد ہم اپنی گھریلو ضروریات کے لئے موسم گرما کے پھلوں اور سبزیوں کا انتظار کرتے ہیں۔ قومی سطح پر ہماری نقد آور فصلوں مثلاً چاول، روئی اور گنا، کا ہماری حکومت کاشت کار اور برآمد کنندگان شدت کے ساتھ انتظار کرتے ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ ہماری حکومت کو بڑے پیمانے پر آمدنی ہوتی ہے۔

گذشتہ کئی مہینوں سے متواتر خبروں کی لہر سے اب یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اس سال خریف کی فصل کے لئے بہت کم پانی دستیاب ہوگا۔

ہماری خریف کی بڑی فصلیں مندرجہ ذیل ہیں

نقد آور فصلیں

گنا، روئی، باجرہ
جوار، مکئی، دالیں
مرچ، گراؤنٹ، دھنیا
ادرک

خریف کے پھل

آم، امرود، خوبانی، آلو چہ،
ناشپاتی، انار، کیلا، کھجور، انگور
خربوزہ، تربوز، سردہ، لیچی،
پپیتا، بادام

خریف کی سبزیاں

کریلا، بھنڈی
ٹنڈا، ٹماٹر
کھیرا، ککڑی
بینگن، پیاز، آلو

موسم گرما کی ان سبزیوں اور پھلوں کے بغیر کیا ہم موسم گرما کا تصور کر سکتے ہیں؟

بہر حال اب یہ ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے کیونکہ موسمیاتی تغیر نہ صرف ان کی پیداوار پر اثر انداز ہونے والا ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ تباہی پھیلانے والا ہے۔

قومی پانی کی تقسیم کی پالیسی قبول کی جاچکی ہے لیکن اس کی کامیابی کا انحصار اس کے کامیاب نفاذ پر ہے۔

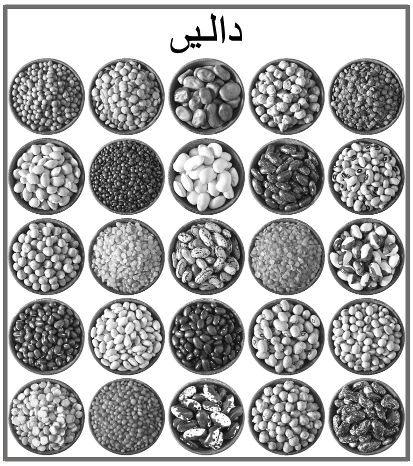

ہمیں بحیثیت شہری اس حقیقت کا ادراک کرنے کی ضرورت ہے کہ ہماری غذائی چھابڑی کس قدر نازک ہوگئی ہے اور اس کا انحصار گوشت خوری کی طرف بڑھ گیا ہے۔ ہمیں ان چیزوں کو سرسری طور پر نہیں لینا چاہیے ہم نہیں جانتے کہ شاید یہ ہمارا آخری سیزن ہو جس میں ہم قدرت کی عطا کردہ نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

موسمیاتی تغیر آج کا سب سے زیادہ اہم موضوع بن چکا ہے۔آپ سیمیناروں اور کانفرنسوں میں اس کا تذکرہ بے شمار مرتبہ سنتے ہیں۔لیکن چلئے ہم ذیل میں دیئے گئے چند عملی اقدامات کو اپنے آپ پر لاگو کر لیتے ہیں اور ہمیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے بجائے اس کے کہ ہم ان اقدامات پر عمل کرنے کی دوسروں کو تبلیغ کریں ہمیں خود ان پر عملی طور پر عمل کرنا چاہیے۔

1۔ سب سے اہم یہ ہے کہ ہمیں دن میں سورج کی روشنی کا استعمال زیادہ کرنا چاہیے اور دن کے اوقات میں بجلی کا کم ترین استعمال کرنا چاہیے اس کے لئے ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ مارکیٹیں صبح جلدی کھولنی ہوں گی اور سورج غروب ہوتے ہی بند کرنا ہوں گی۔ یہ سب سے اہم اقدام میں سے ایک ہوگا جس کے ذریعہ ہم ماحول کو پہنچنے والے نقصان میں کمی لا سکتے ہیں۔

2۔ گوشت کا استعمال کم سے کم کیجیے کیونکہ خارج ہونے والی کل زہریلی گیسوں میں سے تقریباً نصف مقدار میں اخراج مویشی پروری (Animal farming) سے ہوتا ہے۔ پاکستان میں اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ہفتے میں کم سے کم تین دن گوشت کا ناغہ ہونا چاہیے۔

3۔ نباتائی غذا کو اپنی خوراک کا حصہ بنائیے کیونکہ یہ ہماری صحت کے لئے بہتر ہے۔ ہمیں کیمیاوی کھاد سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ یہ آئل ریفائننگ کی ایک ذیلی پیداوار کی حیثیت سے شروع ہوتی ہے۔

4۔ مقامی غذائی اجناس اور دیگر مصنوعات کی حوصلہ افزائی کیجیے اور ان کو ترجیحی طور پر استعمال کیجیے کیونکہ ایسا کرنے سے ہم نہ صرف اشیاء کی نقل وحمل کے اخراجات کو کم کر سکتے ہیں بلکہ موسمیاتی تغیر کو بھی کم کرنے میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔

5۔ دفاتر اور دیگر کام کی جگہوں پر ہمیں اپنے ڈریس کوڈ کو تبدیل کرنے کی شدید ضرورت ہے اور اس کو ہمارے موسم کے مطابق ہونا چاہیے علاوہ ازیں عمارتوں کے نقشہ جات بھی ہمارے موسم کے مطابق ہونا چاہیے۔ موسم گرم میں دفاتر میں ہمارا ڈریس کوڈ سوٹ اور جیکٹ کے بجائے آدھی آستین والی قمیض یا ٹی شرٹ پر مبنی ہونا چاہیے کیونکہ اس سے ہمیں ائیر کنڈیشننگ کی بہت کم ضرورت ہوگی بالکل موسم سرما کی طرح۔تپش کم کرنے کے لیے ایک اضافہ تہہ بھی شامل کرنی چاہیے۔

6۔ کپڑوں کو خشک کرنے کے لیے ڈرائر کا استعمال ترک کر دیجئے۔ کپڑوں کو کھلی ہوا میں خشک کیجیے جس کی وجہ سے بجلی کی بچت ہوگی۔

7۔ مارکیٹ اور کلب وغیرہ جانے کے لیے پہلے سے منصوبہ بندی کیجیے اور سب سے چھوٹے راستے کا انتخاب کیجیے اس طرح آپ ایک ہی چکر میں کئی جگہوں تک جا سکتے ہیں۔اس کی وجہ سے آپ کی کار سے خارج ہونے والی کاربن گیسوں میں کمی آئے گی۔

8۔ چار 'R' کے اصول پر عمل کیجیے Refuse (انکار)، Reuse (دوبارہ استعمال) Reduce (کمی) اور Recycle (دوبارہ بنانا)

9۔ درختوں کی شجرکاری میں اپنا حصہ ڈالئے۔کم ازکم پانچ درخت فی فرد۔

10۔ اپنے گھروں میں شمسی اور ہوائی توانائی سے حاصل ہونے والی بجلی کا استعمال کیجیے۔

11۔ گھر کے باغیچہ کے استعمال کی غرض سے نہانے اور دھونے کے پانی کا ذخیرہ کرنے کے لیے ہر گھر میں ایک علیحدہ سے ٹینک ہونا چاہیے اور اس کے بغیر کسی بھی گھر کے نقشے کی منظوری نہیں دینی چاہیے۔

12۔ ایسے بجلی کے آلات کا استعمال کیجیے جو کم سے کم بجلی کا خرچ کرتے ہوں۔

13۔ اپنی کار اور گاڑی کی باقاعدہ دیکھ بھال کیجیے تاکہ پیٹرول یا گیس میں کفایت ہو سکے۔اور جہاں تک ممکن ہو سکے اسکول اور دفاتر جانے کے لیے کار کا استعمال کم سے کم کیجیے۔

ایک شہر کی تعریف کیا ہونی چاہیے

چار شہری خدمات اور بجلی (Four-Plus-One) ایک شہر کا معیار ہوتا ہے

ڈاکٹر قیصر بنگالی

ایک شہر گھروں، دفاتر، فیکٹریوں، تعلیمی اداروں، اسپتالوں، تفریح گاہوں اور دیگر سہولیات فراہم کرنے والے اداروں کا ایک جھنڈ ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا اکائیوں کی دیکھ بھال کے لیے ایک انتظامی ڈھانچے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ایک شہر کو مؤثر طور پر چلایا جاسکے۔ یہاں لازمی طور پر four-plus-one ایسی سہولیات ہیں جنہیں ایک شہر کو لازمی طور پر اپنے شہریوں کو روزانہ اور کچھ کو 24 گھنٹوں کی بنیاد پر فراہم کرنا ہوں گی۔ اس روزانہ اور 24 گھنٹوں کے طریق کار پر عمل کئے بغیر شہر انتشار کا شکار ہو جائے گا اور بحیثیت ایک شہر کے مفلوج ہو جائے گا۔

ان چار شہری سہولیات میں فراہمی آب، نکاسی آب کا نظام، ٹھوس کچرے کو ٹھکانے لگانے کا نظام اور پبلک ٹرانسپورٹ شامل ہیں جبکہ پانچویں سہولت بجلی کی فراہمی ہے۔ ان سہولیات میں سے کوئی بھی شہر کے باشندے انفرادی طور پر حاصل نہیں کر سکتے اس لیے شہر کو ان سہولیات کو اجتماعی طور پر مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔

زندہ رہنے کے لیے پانی لازمی ضرورت ہے۔ ہر کسی کے لیے اس کے دن کی شروعات پانی سے ہوتی ہے اور دن کا اختتام بھی پانی پر ہوتا ہے۔ کھانا پکانے، صفائی کرنے اور کپڑے دھونے وغیرہ کے لیے پانی ناگزیر ہے۔ پانی استعمال کیا جاتا ہے اور فوری طور پر اس کا نکاس بھی ضروری ہوتا ہے (ایک دن میں 24 گھنٹوں کے دوران)۔

اسی طرح ٹھوس کچرا بھی ہر روز ٹنوں کی مقدار میں پیدا ہوتا ہے اور اس کو ہر روز باقاعدہ طور پر ٹھکانے لگانا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔

معاشی سرگرمیوں کی کثرت اور اقتصادی مفادات حاصل کرنے کی غرض سے شہر تشکیل پاتے ہیں اور یہی شہروں کی تشکیل کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ تکنیکی زبان میں شہر کو اقتصادی وسائل کا ڈھیر کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہر کے کسی بھی حصے میں ان شہری سہولیات تک مؤثر رسائی ایک لازمی ضرورت ہے۔ یہ حالت اس امر کا بھی تقاضا کرتی ہے کہ یومیہ 24 گھنٹوں کی بنیاد پر شہر بھر میں ایک باقاعدہ پبلک ٹرانسپورٹ کا نظام موجود ہو۔ مؤثر پبلک ٹرانسپورٹ کے بغیر شہر بھر میں سہولیات تک رسائی ناممکن ہے اور اقتصادی وسائل کی بھرمار سے بھی خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا اور ہم معاشرتی ثمرات کے حصول میں ناکام رہیں گے اور یوں ایک شہر کے سب سے بڑے مقصد کو شکست ہو جائے گی۔

ایک شہر کا پانچواں معیار بجلی کی فراہمی ہے جس کے بغیر جدید زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ واٹر پمپنگ اسٹیشنوں، اسٹریٹ لائٹس، ٹریفک سگنل، گھروں، عمارتوں، کاروبار، دوکانوں اور فیکٹریوں وغیرہ کے لیے 24 گھنٹوں بجلی درکار رہتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پوش علاقوں میں رہنے والے دولت مند افراد اپنے گھر کے لیے، بڑے کاروباری حضرات اور بڑی فیکٹریاں اپنے ذاتی جنریٹر کے ذریعے بجلی حاصل کر لیتے ہیں لیکن اوسط اور کم آمدنی کے حامل افراد اپنے گھروں، فلیٹوں اور چھوٹے کاروباری حضرات، دوکاندار اور ورکشاپ کے مالکان کے پاس اتنے وسائل نہیں ہوتے کہ وہ انفرادی طور پر اپنا جنریٹر نصب کر سکیں اور وہ اس کے اخراجات کا بوجھ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ تصور کیجئے ایک چھ منزلہ عمارت جس میں 24 فلیٹ ہیں اور ہر فلیٹ اپنے جنریٹر سے بجلی پیدا کر رہا ہو تو روزانہ 24 گھنٹوں کے دوران 24 جنریٹر کتنا شور پیدا کریں گے اور ماحولیات میں کس قدر زہریلی گیسوں کا اخراج کریں گے۔

ہم آپ کو پھر یاد دہانی کرادیں کہ یہاں چار جمع ایک (four-plus-one) شہری سہولیات ہیں، فراہمی آب، نکاسی آب، ٹھوس کچرے کو ٹھکانے لگانا، پبلک ٹرانسپورٹ اور بجلی، جن کے بغیر کوئی بھی شہر زندہ نہیں رہ سکتا بدقسمتی سے کراچی شہر میں پہلی چار شہری سہولیات دستیاب نہیں ہیں اور پانچویں سہولت یعنی بجلی کی فراہمی بھی ڈانواں ڈول ہے۔ تقریباً آدھے کراچی شہر میں فراہمی آب کا کوئی انفراسٹرکچر ہی موجود نہیں ہے۔ دولت مند افراد واٹر ٹینکروں کے ذریعے پانی حاصل کرتے ہیں جبکہ غریب عوام قرب وجوار میں لگے سرکاری نلکوں (اگر وہ دستیاب ہوں) کے ذریعے اپنی پانی کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سیوریج کا گندا پانی باقاعدگی سے گلیوں میں بہتا رہتا ہے یہی صورتِ حال پوش علاقوں کی بھی ہے۔ کوڑا کرکٹ گلیوں اور کونوں میں پھینک دیا جاتا ہے اور وہیں ان میں آگ لگا دی جاتی ہے پبلک ٹرانسپورٹ بنیادی ضرورت ہے اور صرف غریب لوگ ہی اس کا استعمال کرتے ہیں اور یہ ان کے عزت وقار کو تار تار کر دیتی ہے۔

کراچی ایک مفلوج شہر ہے اگر اسے ہم شہر کہلوانے پر بضد ہوں کیونکہ بنیادی شہری سہولیات کی عدم فراہمی کے باعث تو یہ ایک شہر کی تعریف پر پورا ہی نہیں اُترتا۔ یہ گنجان یونٹوں کا ایک پارہ ہے جو تلوار کی دھار پر اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے۔

ایسے حقائق جنہیں آپ رہنمائی کے لئے اختیار کر سکتے ہیں

مندرجہ ذیل دس اقدامات پر عمل کر کے آپ اپنی زندگی کو اُن مضرِ صحت کیمیاوی مادوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں جو آج کل روزمرہ کی استعمال کی مصنوعات میں عمومی طور پر پائے جاتے ہیں۔

1۔ **مائیکرو ویو اوون میں صرف شیشے اور چینی مٹی سے بنے ہوئے برتن ہی استعمال کریں۔** کچھ پلاسٹک کے برتن ان کیمیکل اجزاء پر مشتمل ہوتے ہیں جو ہارمونز کو تباہ کرتے ہیں۔ یہ کیمیکل اجزاء اس وقت غذا میں شامل ہوجاتے ہیں جن انہیں گرم کیا جاتا ہے۔

2۔ **کپڑے دھلوانے کے لئے صرف ان ڈرائی کلینرز کا استعمال کیجئے جو PERC کا** استعمال نہیں کرتے یا پھر انہیں 'پانی سے کپڑے دھونے' کی درخواست کیجئے۔ کچھ محلول مثلاً PERC مختلف نوعیت کے کینسر امراض سے جڑے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر آپ پھر بھی روایتی طور پر PERC سے دھلے کپڑے ہی استعمال کرنا چاہتے ہیں تو آپ کم از کم ان کپڑوں کو الماری میں ٹانگنے سے پہلے انہیں پلاسٹک بیگ سے نکال کر کھلی ہوا میں کچھ وقت کے لئے رکھ دیں۔

3۔ **مصنوعات کے لیبل کا بغور مطالعہ کیجئے، پیتھالیٹ اور خوشبو سے اجتناب کیجئے۔** پیتھالیٹ ایسے مرکبات ہیں جو نہ صرف کینسر کی وجہ بنتے ہیں بلکہ بانجھ پن اور مردوں میں بچے پیدا کرنے کی صلاحیت میں نقائص پیدا کرنے کا باعث بھی ہوتے ہیں۔ پیتھالیٹ اکثر اوقات خوشبویات میں ایک جز کے طور پر استعمال ہوتے ہیں بلکہ سینکڑوں دیگر ایسی مصنوعات مثلاً شیمپو، لوشن، خوشبویات، کاسمیٹک، وینائل اور پلاسٹک بشمول کھلونوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس قسم کی مصنوعات میں ایسے لیبل کی حامل مصنوعات کی تلاش کیجئے جن پر لکھا ہو 'Pathalate Free'۔

4۔ **جب آپ کوئلے پر کھانے کی چیزیں پکا رہے ہو تو کوئلے کم کر کے درجہ حرارت کی سطح کو کم کیجئے اور سرکے کا اچار استعمال کیجئے۔** لکڑی کے کوئلے میں پولی سائیکلک ایرومیٹک ہائیڈروکاربن (PAHs) شامل ہوتے ہیں جو جانوروں میں ٹیومر پیدا کرنے کی وجہ سمجھے جاتے ہیں۔ لانگ آئی لینڈ بریسٹ کینسر اسٹڈی سے پتہ چلا ہے کہ ایسی خواتین میں جن کا ڈی این اے (DNA) پی اے ایچ (PAHs) کی وجہ سے زیادہ تباہ ہوئے ہیں بریسٹ کینسر ہونے کے امکانات زیادہ پائے جاتے ہیں۔

5۔ **نامیاتی خوراک خریدیئے۔** نامیاتی غذا خریدنے کی وجہ سے آپ اپنے خاندان کو جراثیم کش ادویات کے نقصانات سے محفوظ رکھ سکتے ہیں ان میں سے بیشتر کیمیکلز ایسے ہوتے ہیں جو انسانوں کی دماغی نشوونما پر براہ راست اثرانداز ہوتے ہیں اور انہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔

6۔ **اپنے گھر کے سیوریج کی لائنوں کی دیکھ بھال کیجئے۔** اپنے ڈرین کی صفائی کے لیے کم سے کم جراثیم کش ادویات اور کیمیاوی اجزاء کا استعمال کیجئے اور اپنے گھر کی ہوا اور علاقے کی پانی کی سپلائی کی حفاظت کرنے میں مدد گار بنئے۔ ڈرین میں کبھی بھی صاف کرنے والے تیز محلول، جراثیم کش ادویات (زہر)، پینٹ تھنر، موٹر گاڑیوں کا تیل یا گیس ڈالنے سے اجتناب کیجئے۔

7۔ **ویکیوم کلینز کا استعمال دانش مندی سے کیجئے۔** قالین جراثیم کش ادویات، آگ پکڑنے والے مرکبات، دیگر کیمیکلز اور کیڑے مکوڑوں مثلاً کھٹمل کی آماجگاہ ہوتے ہیں۔ ایک مضبوط سکشن، خودکار برش اور متعدد تہوں کی حامل گرد جمع کرنے کی تھیلی پر مشتمل ویکیوم کلینز گرد کی صفائی اور ری سائیکلنگ کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے۔

8۔ **ایسے گھریلو اور برقی آلات خریدیں جن میں PBDEs نہ ہو۔** PBDEs گلے کے ہارمونز کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ PBDEs فوم، مختلف قسم کے پلاسٹک اور الیکٹرانکس آلات میں شامل ہوتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے ایسے قالین، بیڈ کشن اور گھریلو فرنیچر کا انتخاب کیجئے جو قدرتی ریشے سے بنا ہوا ہو مثلاً اوون، روئی، پٹ سن وغیرہ۔

9۔ **لان کی دیکھ بھال اور باغبانی کے لیے نامیاتی کھاد اور فطری طریقہ کار اختیار کیجئے۔** بچے اور پالتو جانور جو لان میں کھیلتے ہیں وہ جراثیم کش ادویات اور دیگر جڑی بوٹیوں کی ادویات سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور ان کے ذریعے یہ کیمیاوی اجزا گھر کے اندر داخل ہو کر پانی کی لائنوں اور پانی کے کنوؤں تک پہنچ سکتے ہیں۔

10۔ **اپنے شہر میں سرکاری عمارتوں مثلاً اسکول، اسپتال، عدالتیں وغیرہ میں قدرتی محلول کے استعمال کی حوصلہ افزائی کیجئے اور سرسبز جگہوں کی دیکھ بھال کے لئے نامیاتی طریقہ کار اپنایئے۔** محفوظ کلینز کے استعمال اور جراثیم کش ادویات ترک کر کے ہم اپنے شہر کی بنیاد پر ایسے مرکبات کے نقصانات کو کم کرنے میں مدد کر سکتے ہیں جو ہماری صحت کے لئے خطرناک ہیں یا پھر وہ ہمارے ہارمونز میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔

(بشکریہ سائلنٹ اسپرنگ انسٹی ٹیوٹ)

شہری کے زیرِ اہتمام شجرکاری مہم

آلودگی کے اثرات کم کرنے کے لیے شہر کے اِردگرد ایک چھوٹا جنگل اگائیے

امرہ جاوید

میرے بچپن میں ہماری تمام موسم گرما کی تعطیلات گاؤں میں ہی گذرتی تھیں۔ میری ہمیشہ سے خواہش تھی کہ میرا بھی اک فارم ہاؤس ہو، لیکن کراچی میں رہائش اور غیر محفوظ حالات کی وجہ سے میں اپنا یہ خواب پورا نہیں کر پائی۔ پھر 2015ء میں آنے والی ہیٹ ویو کی وجہ سے سینکڑوں قیمتی جانوں کے ضیاع کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہیے۔

امبر علی بھائی کے ساتھ مل کر ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم شہر میں زیادہ درخت لگائیں تاکہ نام نہاد ترقیات کے نام پر جو ہزاروں درخت کاٹے گئے ہیں اس نقصان کی تھوڑی بہت تلافی ہو سکے (حالانکہ کاٹے گئے ہزاروں درختوں کو کسی اور جگہ بھی لگایا جاسکتا تھا۔ ایسا ہوسکتا تھا اگر کے۔ایم۔سی کے محکمہ باغبانی میں کوئی بھی قابل اور دیانتدار افسر ہوتا)۔

آج کل بے شمار لوگ اور تنظیمیں شجرکاری کی مہمات چلا رہی ہیں لیکن ہمارا مطمح نظر اور مقصد مندرجہ ذیل زاویوں سے ان تنظیموں اور افراد سے مختلف ہے۔

1۔ ہم صرف عددی کھیل (زیادہ تعداد ظاہر کرنے) کے لیے درخت نہیں لگاتے اور نہ ہی ایسی جگہوں پر درخت لگاتے ہیں جہاں درختوں کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ ہو۔

2۔ ہمارا مقصد ہے کہ اگر ہمیں درخت لگانا ہے تو کیوں نہ ایسے درخت لگائے جائیں جس سے کچھ آمدنی کا ذریعہ پیدا ہو سکے تاکہ وہ پارک یا جگہ جہاں پر یہ درخت لگائے جائیں وہ خود کفیل ہوسکیں۔ پھلوں کے درخت اگائیے مثلاً املی، کچنار، جامن، بادام، چیکو، بیری، امرود، آم، ناریل، جنگل جلیبی وغیرہ کے درخت کراچی میں بہ آسانی اُگائے جاسکتے ہیں۔

ان درختوں کی شجرکاری کے پیچھے دو اہم اسباب ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ جب لوگ اپنے گھروں کے اندر یا نزدیک ان درختوں کی شجرکاری کریں گے تو وہ ان کی دیکھ بھال بہت آسانی سے کرسکتے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ ان درختوں کی شجرکاری کی وجہ سے پرندوں کی ان اقسام کو جو ناپید ہوتی جارہی ہیں، واپس لایا جاسکے گا کیونکہ ان درختوں کی شجرکاری کی وجہ سے پرندوں کو ان کے گھونسلوں کے نزدیک ہی خوراک میسر آسکے گی۔

اس ضمن میں ہم اورنگی پائلٹ پروجیکٹ کو پھلدار درخت فراہم کررہے ہیں جہاں ساحرا سماعیل اورنگی ٹاؤن میں رہنے والے ان افراد میں پھلدار درخت تقسیم کررہے ہیں جو اپنے گھروں میں ان درختوں کو اُگانے کے خواہشمند ہیں۔

پہلے مرحلے میں 5 جولائی 2016ء کو 580 پھلدار درخت بمع کھاد اور مٹی کی ایک بوری دیئے گئے جن میں سے ہر ایک کی کل لاگت 44000 روپے تھی۔ اس وقت سے اب تک اورنگی پائلٹ پروجیکٹ 1100 سے زائد پھلدار درخت فراہم کرچکا ہے۔

2016 میں یوم الارض کے موقع پر ہم نے کلفٹن میں واقع آنٹی پارک میں 65 پھلدار اور نمائشی درختوں کی شجرکاری کی۔ اسی طرح سینٹ جوزف اسکول میں تقریباً 100 درختوں کی شجرکاری کی گئی جبکہ ڈِل اسکول کو 200 درخت اور داؤد اسکول کو 45 درخت دیئے گئے۔

پارکوں میں جہاں درختوں کی شجرکاری گئی ان میں ہل پارک میں 50، قبا پارک میں 50، اقصیٰ پارک میں 110 اور کے۔اے۔ای۔سی۔ایچ۔ایس کے خواتین پارک میں 70 درخت شامل ہیں۔

ہم نے مزارقائد کے مرکزی علاقے میں کچنار اور ناریل کے درختوں کی شجرکاری بھی کی جبکہ رینجر آفس کے قریب کے علاقے میں ہم 350 درختوں کی شجرکاری کر چکے ہیں۔ ہم اس علاقے کو ایک جنگل کی شکل میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔

دیگر مشہور جگہیں جہاں شجرکاری کے لئے پودے فراہم کئے گئے ان میں انڈس ویلی اسکول، کراچی یونیورسٹی، ضیاء الدین اسپتال، پیس اینڈ ڈیولپمنٹ آرگنائزیشن، پی ٹی آئی، تقویم، پاکستان ویلفیئر آرگنائزیشن شامل ہیں۔ آخرالذکر تینوں آرگنائزیشنوں کو تقریباً 1000 درخت فراہم کئے جاچکے ہیں۔

اب ہم منصوبہ بندی کر رہے ہیں کہ ہم ان خواتین سوشل ورکرز کی معاونت کریں جو اندرون سندھ 50 سے 60 مساجد میں درختوں کی شجرکاری کی خواہشمند ہیں تاہم ان سے پہلے یہ یقین دہانی کرائی جائے گی کہ وہ شجرکاری کے لیے WAPU پانی کے استعمال کا انتظام یقینی طور پر کرلیں۔

کراچی کے حالیہ منظرنامے کی طرف آتے ہوئے ہم قارئین کو یاددہانی کرادیں کہ 2008ء میں اس وقت کے ناظم شہر سیّد مصطفیٰ کمال نے بڑے پیمانے پر کونوکارپس (Conocarpus) نامی درختوں کی شجرکاری کی جس نے کراچی کی حیاتیاتی زندگی برباد کرنے میں تباہ کن کردار ادا کیا۔ اس ضمن میں کراچی یونیورسٹی کے ڈاکٹر انجم پروین، ڈاکٹر ایم قیصر اور میاں سعدالاسلام نے آغا خان میڈیکل یونیورسٹی اسپتال کے ڈاکٹر آصف امام کے ساتھ مل کر 'الرجی سے منسلک کراچی اور اس کے ملحقہ علاقوں میں ہوا میں موجود پولن سروے' کے عنوان کے تحت ایک تحقیقی مطالعہ کیا۔ اس تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ کراچی کی ہوا میں موجود پولن کی بڑی تعداد Pollan grains/cubic meter of air) 14ء332) سانس، جلدی امراض اور دمہ جیسے امراض کی بڑی وجہ ہیں اور اس پولن کی بڑھتی ہوئی تعداد کی بنیادی وجہ کونوکارپس درختوں کی شجرکاری ہے۔ اس درخت کو پانی کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کی جڑیں پانی کی تلاش میں بہت گہرائی اور دور تک چلی جاتی ہیں اور زیرزمین پانی کی پائپ لائنوں کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔

دبئی اور کویت میں بھی اس درخت کی بڑے پیمانے پر شجرکاری کی گئی تھی جہاں اب ان درختوں کو ہٹایا جا رہا ہے کیونکہ ان کی وجہ سے زیرِزمین ڈھانچہ کو نقصان پہنچ رہا ہے۔

اگر آپ اپنے اردگرد نظر ڈالیں تو آپ کو احساس ہوگا کہ ان درختوں پر شاذونادر ہی کوئی پرندوں کا گھونسلہ ہوگا اور یہ ان بڑے اسباب میں سے ایک ہے جس کی وجہ سے کراچی میں پرندوں کی انواع میں بے پناہ کمی واقع ہوگئی ہے۔ لہٰذا اگر ہم پرندوں کی ان انواع کو واپس اپنے شہر میں دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم انہیں ایسے درخت مہیا کریں جن پر وہ اپنے گھونسلے بنا سکتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم شجرکاری کے لیے ہزاروں کی تعداد میں پودے تقسیم کر رہے ہیں تو اس کا انتظام کس طرح کرتے ہیں۔ تو اس سلسلے میں امبر علی بھائی اور راقم اطراف دونوں استعمال شدہ پھلوں اور درختوں سے بیج اکٹھا کرتے ہیں اور پھر انہیں ایک تجربہ کار مالی کو دیتے ہیں جو انہیں پلاسٹک کی تھیلیوں میں اگاتا ہے اور انہیں باقاعدگی سے پانی دیتا ہے جب تک بیجوں کہ وہ پودے اس قدر بڑے نہ ہوجائیں کہ انہیں کسی اور جگہ لگایا جاسکے۔ سخت کو اُگانے سے پہلے ہم ان بیجوں کو ایک سے دو دن تک پانی میں رکھتے ہیں۔

ہمارے گھر ایک چھوٹی سی نرسری کا منظر پیش کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارا جذبہ اور مشغلہ ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ بالآخر ہماری یہ محنت رنگ لائے گی اور ان شاء اللہ کراچی کو پھر سے سرسبز کرنے کی ہماری خواہش ضرور پوری ہوگی۔

جولوگ درخت لگانا چاہتے ہیں ان سے میری درخواست ہے کہ وہ بڑے اور موٹے پتوں والے درخت مثلاً بادام، جامن، کچنار، املتاس ،فرنگی پانی، برگد وغیرہ کی شجرکاری کریں شاید اس کی وجہ سے کراچی میں ہونے والی سالانہ بارشوں میں اضافہ ممکن ہو سکے یا پھر کم از کم کراچی کی ہوا میں ٹھنڈک تو ضرور پیدا ہوگی۔ اب وقت آ گیا کہ کراچی کا ہر شہری اپنے حصے کے درختوں کی شجرکاری کرے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر محکمہ باغات اور پارک کے ملازمین اور افسران کیا کر رہے ہیں؟ چند ایک کو چھوڑ کر زیادہ تر عملہ نااہل اور عدم تعاون کے کردار کا حامل ہے ان کے پاس بڑی مقدار میں فنڈز اور افرادی قوت موجود ہے لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وہ اس کا کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ میں نے متعدد بار مشاہدہ کیا ہے کہ خصوصاً کم آمدنی والے علاقوں میں واقع پارک ویران، بنجر اور خشک پڑے ہوئے ہیں جیسے برسوں سے کسی نے ان کی دیکھ بھال ہی نہ کی ہو۔ اگر ہم اپنے پارکوں کو ہرا بھرا کر سکتے ہیں تو پھر یہ کراچی کے پھیپھڑوں کی حیثیت سے شہر کی خدمت انجام دے سکیں گے۔

تمام باغبانوں کو چاہیے کہ وہ پتیوں کو اکٹھا کر کے گڑھوں میں ڈال دیں اور ان پر پانی چھڑک دیں نہ کہ انہیں جلا دیا جائے جیسا کہ بڑے پارکوں میں عمومی طور پر یہ رجحان پایا جاتا ہے۔

- ایک جوان درخت 48 پونڈ سالانہ کی شرح سے فضا میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتا ہے۔
- جنگلات کی کٹائی سے گلوبل وارمنگ اور درجہ حرارت بڑھانے والے گیسوں میں 15 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔
- دو جوان درخت اس قدر آکسیجن خارج کرتے ہیں جو ایک انسان کے لیے سال بھر کے لیے کافی ہے۔
- جنگلات کاربن کو جذب کرنے اور ذخیرہ کرنے کا ایک مؤثر اور قدرتی ذریعہ ہیں۔
- ایک بڑا درخت یومیہ 100 گیلن پانی جذب کرتا ہے اور پھر اسے اردگرد کی ہوا میں خارج کرتا ہے جس کی وجہ سے ہوا میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے۔
- جنگلات گرد، راکھ، پولن اور دھوئیں کو جذب کر کے ہمارے پھیپھڑوں کو آلودگیوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور اس طرح انسانی صحت میں بہتری پیدا ہوتی ہے۔

معلوم شدہ تاریخ میں 2016ء گرم ترین سال قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس سال تاریخ میں پہلی مرتبہ ماحول میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار 400 پارٹس فی ملین سے تجاوز کر گئی اور درجہ حرارت میں 1ء1 ڈگری سینٹی گریڈ کا اضافہ ہوا۔

حالیہ بین الاقوامی ماحولیاتی معاہدہ 'پیرس ایگریمنٹ 2015' کا بنیادی مقصد ہے کہ کروی درجہ حرارت میں اضافے کو 2 ڈگری سینٹی گریڈ کی سطح سے نیچے رکھا جائے اور امید افزا طور پر اس اضافے کو 5ء1 ڈگری سینٹی گریڈ تک محدود رکھنے میں کامیابی نصیب ہوئی ہے۔

ان تمام حقائق کے باوجود بڑا سوال یہ ہے کہ ہم اس کے متعلق کیا کر سکتے ہیں۔ سب سے زیادہ بہتر طور پر ایک شہری یہی کر سکتا ہے کہ وہ جس قدر درخت لگا سکتا ہے ان کی شجرکاری کرے کیونکہ ہم اپنے شہر میں اور اس کے گرد و نواح میں چھوٹے جنگلات اگا کر ہی اس آلودگی کے اثرات کو کم کر سکتے ہیں جو ہم پیدا کر رہے ہیں۔

میئر کراچی وسیم اختر شہری سی بی ای کے زیر اہتمام شجرکاری مہم میں حصہ لیتے ہوئے فریئر ہال گارڈن میں 'کیگیلیا افریقانا' جسے سوسیج ٹری بھی کہا جاتا ہے، کی شجرکاری کر رہے ہیں۔

پارکس اینڈ ہارٹی کلچر کمیٹی کے چیئرمین خرم فرحان، شہری ارکان امرہ جاوید، سمیر حامد ڈھوڈھی، دانش آذر زوبی اور کے۔ایم۔سی کے دیگر اعلیٰ افسران بھی اس موقع پر موجود ہیں۔

جناب وسیم اختر نے کہا کہ پودے جب پورے درخت بن جائیں گے تو وہ بہت زیادہ ضروری سایہ فراہم کریں گے' ہمیں شہر بھر میں زیادہ زیادہ درخت لگانے کی شدید ضرورت ہے۔ اگر ہمیں آلودگی کم کرنی ہے اور ماحول کو آلودگی سے پاک کرنا ہے اور موسمی حالات میں بہتری لانی ہے تو ہم جس قدر زیادہ درخت لگا سکتے ہیں لگائیں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ درختوں کی ضرورت ہے،' میئر کراچی جناب وسیم اختر نے شجرکاری مہم شروع کرنے پر شہری کے نمائندگان کا شکریہ ادا کیا اور انہیں یقین دلایا کہ اس ضمن میں ان کی انتظامیہ کو بھیجی جانے والی تجاویز اور مشوروں پر نہ صرف غور کیا جائے گا بلکہ ہر قسم کی ممکنہ معاونت بھی فراہم کی جائے گی۔

کیا ہم زہر پی رہے ہیں؟

سیمسن سائمن شراف

یہ کوئی الہام نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حیرت کی بات ہے کہ پاکستانیوں کی اکثریت صاف شدہ یا بغیر صاف شدہ دونوں ہی اشکال میں زہریلا پانی استعمال کر رہی ہے۔ بچوں کی بڑھتی ہوئی شرح اموات، گردوں کی خرابی، معدے کے امراض یرقان، بڑھوتری یا نشوونما میں رکاوٹ اور دیگر امراض میں پاکستان کے شہری اس لیے مبتلا ہو رہے ہیں کہ ہم طویل عرصے تک صاف شدہ (مخصوص براڈ کے حامل منرل واٹر) اور غیر صاف شدہ پانی استعمال کرتے ہیں طویل عرصے تک پینے کے لیے پانی کو معدنیات سے بھرپور ہونا چاہیے جو کہ جسم کی پانی کی ضروریات اور خون کی نالیوں کی روانی کے لیے ضروری ہے۔

اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ قدرتی پانی جسم کے لیے ضروری غذائی اجزا اور معدنیات کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں آبادی کی اکثریت غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گذارنے پر مجبور ہے، پانی معدنیات کا ایک سستا ذریعہ ہے۔ اگر پانی میں حل شدہ ٹھوس اجزاء کی مقدار ایک ہزار پارٹس فی ملین ہیں تو پانی میں موجود مفید معدنیات کی مقدار ختم نہیں ہوتی۔ صرف مخصوص شاملات یا مرکبات کو علیحدہ کرنے پر زور دینا چاہیے۔ حکومت اور پانی کی کمپنیوں کو معدنیات سے بھرپور قدرتی پانی جس میں 300 سے زائد معدنیات سے بھرپور مرکبات شامل ہوتے ہیں کو فراہم کرنے پر توجہ دینی چاہیے نہ کہ صاف شدہ آر او پانی لوگوں کو فراہم کرنا چاہیے جس

میں لیبارٹری کے ذریعے دس سے بھی کم معدنیات شامل کیے جاتے ہیں۔

حال ہی میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے پنجاب میں صاف پانی کمپنی اسکینڈل کا ازخود نوٹس لیا ہے۔ کمپنی کے۔سی۔ای۔او نے معزز عدالت کو بتایا کہ پورے منصوبے کے لیے 150 ارب روپے مختص کیے گئے تھے جبکہ چار ارب روپے کی لاگت سے 116 پلانٹس نصب کیے جا چکے ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ غیر ملکی ماہرین کی خدمات حاصل کرنے پر 300 ملین روپے خرچ کیے جا چکے

ہیں۔ ایک دن بعد ہی پنجاب کے چیف سیکریٹری زاہد سعید نے اس کی تردید کرتے ہوئے بتایا کہ صاف پانی پراجیکٹ پر چار ارب روپے خرچ کئے گئے ہیں اور ابھی تک عوام کو اس پراجیکٹ سے صاف پانی کا ایک قطرہ بھی فراہم نہیں کیا گیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صاف پانی پراجیکٹ ایک بھاری بھرکم ادارہ ہے جہاں انتظامیہ اور غیرملکی ماہرین کو خطیر معاوضے/تنخواہیں اور مراعات کی ادائیگیاں کی جاتی ہیں اور ابھی تک ان بھاری اخراجات کا یہ غیرضروری پہیہ رُکا نہیں ہے۔ صاف پانی کمپنی میں خواہ کتنے ہی بڑے پیمانے پر بدنظمی اور بدعنوانی کیوں نہ ہوئی ہوں لیکن پاکستان میں پانی کی صنعت سے وابستہ سرمایہ کار اور صنعت کار اس بات سے پورے طور پر باخبر ہیں کہ یہ ایک اور ناکام منصوبے کی شروعات اور ناکامی ہے جس کا آغاز 2004ء میں ہوا تھا۔ اور اب تک اس کو چار مرتبہ آزمایا جا چکا ہے اور اس کے کوئی بھی امید افزاء نتائج برآمد نہیں ہوئے ہیں۔

اگر سپریم کورٹ اور قومی احتساب بیورو (NAB) انصاف کا نفاذ اور اس کی سربلندی کی خواہش رکھتے ہیں تو انہیں 2004ء تک جانا ہوگا اور وہاں سے اپنی تحقیقات کا آغاز کرنا ہوگا کہ کیسے ایک غیرملکی امداد سے قائم کئے گئے منصوبے کو لالچ اور جلدی سے پیسہ بنانے کی ہوس میں بدعنوانی اور بدنظمی کے ذریعہ تباہ کردیا گیا صرف صاف پانی کمپنی کو نشانہ اور دیگر کو یونہی آزاد چھوڑ دینا انصاف اور احتساب کے نام پر ایک بدنما داغ ہوگا۔ سپریم کورٹ کو 2004 سے 2013ء تک ان پروجیکٹوں میں شامل تمام وزیروں، مشیروں، ڈائریکٹر جنرلوں کو سمن جاری کرنا چاہیے تاکہ پتہ چل سکے کہ یقینی طور پر انصاف شفاف طور پر ہورہا ہے۔

اس کا آغاز 2004ء میں وزارت ماحولیات کے تحت کلین ڈرنکنگ واٹر فار آل (CDWA) کی حیثیت سے ہوا۔ جو بہت ہی مشکوک حالات میں ناکامی سے دوچار ہوگیا اور پھر اسے 2007ء میں نام نہاد قابل، متحرک اور پرجوش وزیر صنعت کے حوالے کردیا گیا۔ وزارت سائنس اور ٹیکنالوجی منظور نظر کی حیثیت سے اس میں معاون بنی اور ایک بار پھر اس کا نام تبدیل کردیا گیا اب اس کا نام سی۔ڈی۔ڈبلیو۔آئی تھا۔ لیکن انتظامی نااہلی، پیشہ ورانہ مہارت کے فقدان، ضروری علمی قابلیت کی کمی اور ارادوں کی کمی کی وجہ سے یہ منصوبہ بھی ناکام ہوگیا اور پھر یہ منصوبہ صاف پانی کی راہ پر چل پڑا۔ وزارت کی جانب سے منصوبے کو ترک کردینے کے بعد اسے ایک نئی وزارت برائے خصوصی امور، جسے 2013ء میں مینڈیٹ عطا کیا گیا تھا، کے سپرد کردیا گیا۔ 18ویں ترمین کی منظوری کے بعد یہ منصوبہ کھٹائی میں پڑ گیا کیونکہ 18ویں ترمیم کے مطابق پانی کی فراہمی ایک صوبائی معاملہ قرار پایا اور وفاقی حکومت اس میں کوئی مداخلت نہیں کرسکتی تھی۔ اور پانی کے منصوبوں کے لیے مختص خطیر رقوم کے حصول کے لیے سندھ اور پنجاب کی حکومتوں کے مابین آبادی کی بنیاد پر رسہ کشی شروع ہوگئی۔ دونوں حکومتوں نے اپنے صوبوں کے لیے علیحدہ علیحدہ پانی کے منصوبے شروع کرنے کے اعلانات کردیئے۔ لیکن عام آدمی پینے کے صاف پانی سے محروم ہی رہا۔

زہریلے پانی کی کہانی سندھ میں بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ حکومت سندھ نے تھرپارکر میں بہت مہنگے اور توانائی کا زیادہ استعمال کرنے والے آراو پلانٹس لگانے پر زور دیا۔ حکومت سندھ نے اس بات کو قطعی طور پر نظرانداز کردیا کہ شہری، وسطی اور بالائی سندھ میں پانی کو آرسینک، فلورائیڈ، خورد حیاتیاتی مرکبات اور کولیفارم وغیرہ سے صاف کرنے کے لیے کہیں زیادہ سستے روایتی پلانٹس کی زیادہ ضرورت ہے۔ لیکن ترجیحات کا رخ اسی طرف موڑ دیا جاتا ہے جہاں تیزی سے پیسہ بنایا جاسکتا ہو۔

یہ زہریلا پانی جو مونسپل اداروں کی طرف سے فراہم کیا جاتا ہے غیرصاف شدہ پانی کی کیٹیگری میں شامل کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں سیوریج کے گندے پانی کی آمیزش ہوجاتی ہے۔ سیوریج کے گندے پانی کی آمیزش اس لیے ہوتی ہے کہ پانی کی تقسیم کا نظام سیوریج کی لائنوں اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار زہریلے ٹینکوں کے ساتھ ساتھ چلتا ہے جس کی وجہ سے زیرزمین پانی میں زہریلے مرکبات اور مواد، کولیفارم اور مضرصحت نمکیات شامل ہوجاتے ہیں۔

نائٹروجن پودو کے لیے ایک غذا ہے۔ نائٹریٹس پانی میں اس وقت شامل ہوتے ہیں جب نائٹریٹس کی مقدار پودوں کی ضرورت سے زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ زیرزمین پانی میں نائٹریٹس بڑھنے کے دیگر ذرائع میں بے قاعدگی سے کچرہ کو ٹھکانے لگانا جانوروں کا فضلہ، گڑھوں کی بھرائی، سیوریج

کے پانی کو ٹھکانے لگانے کا ناقص انتظام اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار زہریلے ٹینک شامل ہیں۔ زیرزمین پانی میں آلودگی کی شمولیت اس وقت زیادہ بڑھ جاتی ہے جب مٹی ریتیلی یا پتھریلی ہو۔ پانی میں آلودگی کی شمولیت ان علاقوں میں زیادہ ہوتی ہے جہاں پانی کی سطح سطح زمین سے قریب تر ہو اور فضلہ آلود گندے پانی کی نالیاں سطح زمین پر بہہ رہی ہوں جس کے نتیجہ میں زیرزمین پانی میں آلودگی شامل ہو جاتی ہے۔

یہ جھیلوں کی تباہی کا سبب بھی بنتا ہے (راول اور سملی جھیل) اور انسانی زندگی پر اس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اس سے سب سے زیادہ 6 ماہ سے کم عمر والے شیرخوار بچے متاثر ہوتے ہیں۔ صحت کی اس خطرناک تباہی کی وجہ ایک خاص قسم کا جرثومہ ہوتا ہے جو نائٹریٹ کو نائٹرائیٹ (NO2) میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ نائٹرائیٹ ہوموگلوبین کو متاثر کرتے ہیں اور اس کو میتھیموگلوبین میں تبدیل کر دیتے جو دماغ تک آکسیجن نہیں پہنچاتی جیسے جیسے میتھموگلوبین کی مقدار بڑھتی جاتی ہے بچے کو دماغ تک کم آکسیجن ملتی ہے جس کے نتیجے میں بچے کی جلد نیلی ہو جاتی ہے اسے الٹیاں (قے)، ہیضے، دماغی امراض اور گھٹن کے امراض ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں بچے کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسے عرف عام میں 'بلیو بے بیٔ مرض کی علامت کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس کی وجہ سے کینسر اور گردے کی خرابی جیسے امراض پیدا ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ راولپنڈی میں نالہ لئی اور نالہ کورنگ کے اطراف میں بڑی تعداد میں ڈائیلیسس سینٹرز موجود ہیں۔ نائٹریٹ اور نائٹرائیٹ ایک مخصوص طریقے سے مؤثر طور پر علیحدہ کئے جا سکتے ہیں۔

پانی میں شامل آرسینک ایک ایسا زہریلا عنصر ہے جو گہری رنگت، ہڈیوں کی کمزوری اور اس کی اشکال میں تبدیلی، جلد اور جگر کا کینسر اور دیگر موذی امراض کی بڑی وجہ ہے آرسینک سمندر، زلزلے والے علاقوں کے زیرزمین پانی اور پہاڑی علاقوں کے زیرزمین پانی میں قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے۔ زیرزمین پانی میں آرسینک غیرنامیاتی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ اس کو پانی سے علیحدہ کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے Ferric Hydroxide Adsorption ذریعہ سے علیحدہ کیا جائے جو صحیح طریقے سے اس کے فضلے کو ٹھکانے لگانے کی ضمانت دیتا ہے۔آر او سسٹم بڑی مقدار میں متعلقہ آرسینک پیدا کرتا ہے جو دوبارہ سے ماحول میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر مرتبہ نکالے جانے والے آرسینک فضلے کو باقاعدہ طور پر ٹھکانے لگایا جانا چاہیے۔

وسطی اور جنوبی پنجاب، بالائی، وسطی اور زیریں سندھ میں آرسینک اور فلورائیڈ کی سطح بہت بلند پائی گئی ہے۔ پاکستان بھر میں پانی میں آرسینک کی شمولیت کی سب سے زیادہ مقدار بالائی سندھ کیرتھر پہاڑی سلسلے کے نچلے علاقے میں پائی گئی ہے۔

پاکستان میں پانی صاف کرنے کی صنعت زیادہ تر اناڑیوں کے ہاتھوں میں ہے اور اس سلسلے میں کوئی سائنسی طریقہ استعمال نہیں کیا جاتا اور سارا زور آر او سسٹم کے ذریعہ پانی سے آلودگی نکالنے پر لگا دیا جاتا ہے۔ آر او سسٹم کے ذریعہ پانی صاف کرنے کے نتیجے میں پانی سے تمام معدنیات نکل جاتی ہیں اور 30 سے 60 فیصد تک فضلہ موجود رہتا ہے جو دوبارہ ماحول میں آلودگی پیدا کرنے کی وجہ بنتا ہے۔اس سلسلے میں بیک اپ ویسٹ ڈسپوزل طریقہ کار اپنانا چاہیے۔

تمام گھریلو صارفین کو لازمی طور پر اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ پانی اُبالنے سے صرف خوردحیاتیاتی جراثیم کا خاتمہ ہوتا ہے۔مزید برآں اس سے کیلشیم اور میگنیشیم برقرار رہتے ہیں جو انسانی صحت کے لیے لازمی ہیں۔ پانی اُبالنے سے اس کے بھاری پن میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور پانی میں آرسینک، نائٹریٹ، نائٹرائیٹ، سنکھیا اور یورینیم وغیرہ کی سطح بڑھ جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں یہ زہر پر مشتمل ہوتا ہے۔

لہٰذا آئندہ آپ پانی ابالنے یا کچن کے لیے آر او یونٹ خریدنے سے پہلے ایک مرتبہ غور ضرور کیجئے گا۔

18 لیٹر عام پانی کی بالٹی میں کچن بلیچ کا ایک قطرہ ڈالئے اور اسے رات بھر کے لیے چھوڑ دیجئے۔ پھر اسے فلٹر یا کپڑے کی تہہ کے ذریعہ نتھار لیجیے۔ یہ آپ کے گھریلو استعمال کے لیے سب سے زیادہ بہترین ہے کیونکہ اس طریقے سے تمام جراثیم ختم ہو جائیں گے اور 20 سے 30 فیصد آرسینک بھی کم ہو جائے گا مزید برآں قدرتی پانی میں شامل ضروری معدنیات بھی برقرار رہیں گے۔

مصنف پاکستان میں ایک پانی صاف کرنے کی کمپنی کے۔سی۔ای۔او ہیں جس کے پاکستان کے علاوہ امریکہ، سنگاپور، ملیشیا، بنگلہ دیش اور ناروے میں بھی پانی صاف کرنے کے پروجیکٹ لگے ہیں۔ کمپنی آرسینک صاف کرنے کے لیے دنیا کی سب سے زیادہ اعلیٰ ٹیکنالوجی فراہم کرتی ہے۔

سندھ شفافیت اور حق معلومات ایکٹ 2016

سندھ کے شہری ابھی تک اس کے باقاعدہ نفاذ کے منتظر ہیں

خیبر پختونخواہ اور پنجاب کی صوبائی اسمبلیوں کی طرح سندھ کی صوبائی اسمبلی نے بھی مارچ 2017ء میں سندھ شفافیت اور حق معلومات ایکٹ 2016ء منظور کیا تاکہ سندھ کے شہریوں کو حکومتی محکموں اور اداروں سے معلومات تک شہریوں کی رسائی کو یقینی بنایا جاسکے۔ اس قانون کے تحت شہریوں کو مطلوبہ معلومات جاننے کا حق دیا گیا ہے۔ تاہم ابھی تک اس قانون کی روح کے مطابق اس کے نفاذ کے لیے کوئی ٹھوس اقدامات یا ضوابط مرتب نہیں کیے گئے ہیں۔ اس ایکٹ کا بنیادی مقصد شفافیت اور تمام شہریوں کو آزادیٔ معلومات فراہم کرنا ہے، اور تمام شہریوں کی سرکاری معلومات تک بہتر رسائی، حکومت کو شہریوں کے سامنے مزید جوابدہ بنانے کو یقینی بنانا ہے اور یہ کہ حکومت عوام کی خدمت اور نمائندگی کرتی ہے، عوامی اہمیت کے تمام معاملات میں بنیادی حق معلومات کا نفاذ اور تمام حکومتی معاملات میں شفافیت کو یقینی بنانا ہے۔

قانون کی منظوری کے بعد یہ حکومت سندھ کی ذمہ داری تھی کہ وہ حق معلومات سے متعلق نفاذ اور عملدرآمد کے لیے ضوابط اور قواعد کی تیاری کے لیے 100 دن کے اندر سندھ انفارمیشن کمیشن کا قیام عمل میں لائے۔ تاہم ایک سال کا عرصہ گذر جانے کے باوجود قانون کے نفاذ کے لیے کسی بھی قسم کی پیش رفت نہیں ہوسکی ہے۔

قانون کے مطابق صوبائی حکومت تین ارکان پر مشتمل سندھ انفارمیشن کمیشن کا تقرر کرے گی جس کی سربراہی ایک چیف انفارمیشن آفیسر کرے گا جو کم ازکم گریڈ 21 کا ایک ریٹائرڈ بیوروکریٹ ہوگا۔

قانون ہر اس شخص کو یہ حق دیتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ سرکاری افسر اس کی مطلوبہ معلومات کی درخواست کو رد کررہا ہے یا ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے تو ایسا شخص انفارمیشن کمیشن سے شکایت کا حق رکھتا ہے اور کمیشن ہر شکایت کا 45 دن کے اندر فیصلہ کرنے کا پابند ہوگا۔ مزید برآں قانون میں واضح کیا گیا ہے کہ ایسا افسر جو شہریوں کو معلومات فراہم کرنے میں ناکام رہتا ہوا سے جرمانے کے ساتھ سزا دی جائے گی۔ قانون میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ اگر کوئی افسر ایسا جان بوجھ کر یا بدنیتی سے کرے گا تو اسے اس افسر کی بنیادی تنخواہ کے دس فیصد تک جرمانہ کیا جاسکے گا۔

شہری سی۔ بی۔ ای نے گورنر سندھ، وزیر اعلیٰ سندھ، اسپیکر سندھ اسمبلی، وزیر برائے پارلیمانی امور، چیف سیکرٹری سندھ، سیکرٹری قانون سندھ اور سیکرٹری انفارمیشن ڈپارٹمنٹ کو خطوط ارسال کیے جن میں ان سے درخواست کی گئی کہ قانون کی ضرورت کے مطابق انفارمیشن کمیشن کا قیام عمل میں لایا جائے لیکن کسی نے بھی شہری کی اس درخواست کو سننے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ صرف حکومت سندھ کے انفارمیشن اینڈ آرکائیو ڈپارٹمنٹ کی جانب سے ایک جواب موصول ہوا جس میں بتایا گیا تھا کہ سندھ شفافیت اور حق معلومات ایکٹ 2016ء کے سیکشن 12 کے تحت سندھ انفارمیشن کمیشن کے قیام کے لیے ایک سمری بھیجی جاچکی ہے۔

اس حق معلومات کے قانون کے تحت صوبائی اسمبلی کا سیکرٹریٹ، وزیر اعلیٰ کا سیکرٹریٹ اور گورنر سندھ کا سیکرٹریٹ اور ساتھ ہی ساتھ عدالتیں بھی مطلوبہ معلومات فراہم کرنے کی پابند ہوں گی مزید برآں صوبائی یا مقامی حکومتوں سے فنڈز حاصل کرنے والی غیر سرکاری انجمنوں (NGO) سے بھی معلومات حاصل کی جاسکیں گی۔ شہری سی۔ بی۔ ای کی جنرل سیکرٹری امبر علی بھائی نے تبصرہ کیا کہ سندھ شفافیت اور حق معلومات ایکٹ 2016ء کے سیکشن 7(1) کے مطابق اس ایکٹ کے نفاذ کے 45 دن کے اندر ہر سرکاری ادارہ/ محکمہ کم ازکم گریڈ 16 کے حامل کسی افسر کی لازمی طور پر تعیناتی کرے گا جو عوام کو معلومات یا ریکارڈ تک صحیح یا آسان رسائی فراہم کرے گا۔ تاہم حکومت سندھ کے زیادہ تر محکموں اور داروں میں بھی اس کا نفاذ عمل میں نہیں آیا ہے۔ شہری نے حکومت سندھ کے تمام محکموں کے سربراہوں کو خطوط لکھے ہیں کہ وہ اپنے محکموں میں قانون کے مطابق ایک خصوصی افسر تعینات کریں۔ یہ بہت اہم ہے کیونکہ قانون کے مطابق خصوصی افسر ہی کسی درخواست دہندہ کی حق معلومات کی درخواست کا 15 کام کے دنوں کے اندر یا ریکارڈ کی عدم دستیابی کی صورت میں مزید دس دن کے اندر جواب دینے کا پابند ہے۔ کسی خصوصی افسر تعیناتی کے بغیر یا خصوصی افسر کی غیر موجودگی کی صورت میں قانون صرف کاغذوں میں ہی موجود ہوگا۔

ایک حقِ معلومات کی درخواست لکھنے کے لیے عمومی رہنما خطوط

- حق معلومات کو استعمال کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مخصوص ریکارڈ نام اور مدت کے تعین کے ساتھ طلب کیا جائے مثلاً ''گورنمنٹ اسپتال ا ب ج میں یکم جنوری 2016ء سے 31 دسمبر 2016ء کی مدت کے دوران دواؤں کی خریداری' کے عنوان کے تحت ریکارڈ برائے مہربانی مہیا کیا جائے۔
- مخصوص معلومات کے لیے درخواست کیجئے مثلاً یکم جولائی 2016 سے 30 جون 2017 کی مدت کے دوران وزارت ا ب ج، حکومت سندھ میں گریڈ 10 سے گریڈ 18 تک کے کتنے ملازمین کا تقرر کیا گیا۔
- عمومی سوالات پوچھنے سے اجتناب کیجئے جن میں مختلف افراد کے تبصرے شامل ہوسکتے ہیں مثلاً 'میرے علاقے میں حال ہی میں تعمیر ہونے والا انڈر پاس اتنی بری حالت میں کیوں ہے۔'
- مہمل معلومات کے لیے درخواست نہیں کریں مثلاً 'ا ب ج علاقے میں تعمیر کی گئی زیر زمین گذرگاہ کے پروجیکٹ کی تفصیلات (کون سی تفصیلات؟) مہیا کریں۔'
- اگر ممکن ہوسکے تو درخواست کئے گئے ریکارڈ کی مدت کا تعین کرنے کی کوشش کریں۔ (مثلاً یکم جولائی 2016 سے 30 جون 2017ء کے درمیان ا ب ج محکمہ کا بجٹ کیا ہے؟)۔
- اپنی درخواست صرف ایک موضوع کی معلومات تک محدود رکھیں۔
- مہذب اور نرم خوروبہ اپنائیے اور طیش میں آنے سے پرہیز کیجئے۔

حق معلومات کے تحت معلومات / ریکارڈ حاصل کرنے کے لیے مرحلہ وار اقدامات

1۔ درخواست دہندہ مطلوبہ معلومات/ ریکارڈ کا تعین کرے گا۔
2۔ درخواست دہندہ مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کے لیے رابطہ کاری کے لیے درست سرکاری ادارے کی نشاندہی کرے گا۔
3۔ درخواست دہندہ فارم پُر کرے گا۔ فی الوقت درخواست لکھنے کے لیے کوئی دفتری طریقہ کار موجود نہیں ہے۔ درخواست دہندہ کوئی بھی طریقہ اختیار کرسکتا ہے۔
4۔ درخواست دہندہ اپنی درخواست متعلقہ سرکاری ادارہ کے متعین کردہ خصوصی افسر کے سامنے پیش کرے گا یا بذریعہ ڈاک بھیجے گا۔ (ہر سرکاری ادارے میں معلومات یا ریکارڈ تک درست اور آسان عوامی رسائی فراہم کرنے کے لیے ایک متعین کردہ خصوصی افسر ہونا چاہیے ایسے کسی افسر کی تقرری نہ کیے جانے کی صورت میں اس سرکاری ادارے کا سربراہ خصوصی افسر تصور کیا جائے گا۔
5۔ اگر آپ ذاتی طور پر اپنی درخواست جمع کرارہے ہیں تو اس کی وصولیابی کی رسید ضرور حاصل کریں جس میں وصول کرنے کی تاریخ واضح ہو۔ اگر آپ کسی کوریئر سروس کے ذریعہ درخواست بھیج رہے ہیں تو رسید سنبھال کر رکھیں۔
6۔ تمام دستاویزات کی ایک کاپی اپنے پاس رکھیں تا کہ اپیل کی صورت میں وہ آپ کے کام آسکے۔

سندھ حق معلومات کے لیے شہری کی کاوشیں

سندھ میں ایک مؤثر حق معلومات قانون بنانے کے لیے شہری سی۔بی۔ای نے سندھ کی 26 شہری گروپوں اور انجمنوں کے اشتراک کی سربراہی کرتے ہوئے اس کے حق میں مؤثر مہم چلائی۔ جس کے نتیجہ میں سندھ شفافیت اور حق معلومات ایکٹ 2016ء سندھ اسمبلی سے منظور ہوا۔

درحقیقت سندھ پارلیمنٹ میں اس ترقی پسند قانون کے مسودے کی تیاری میں مدد کرنے والی واحد غیر سرکاری تنظیم شہری سی۔بی۔ای ہی تھی

اسمارٹ فون ایپس

شہری۔سی۔بی۔ای نے سندھ شفافیت اور حق معلومات ایکٹ 2016 سے استفادہ کرنے کے لیے 2 فون ایپس مرتب کئے ہیں جن میں مندرجہ ذیل معلومات شامل ہیں:

- قانون کا متن
- حق معلومات ایکٹ کی تاریخ
- ایک حق معلومات کی درخواست کیسے درج کرائی جائے
- سندھ کے محکموں کی فہرست
- مدد

شہری۔سی۔بی۔ای کی دو علیحدہ ایپس ہیں۔ ایک اینڈرائیڈ پلیٹ فارم کے لیے ہے جبکہ دوسری ایپل آئی او ایس پلیٹ فارم کے لیے ہے۔

(تلاش کی اصطلاح 'آر ٹی آئی سندھ شہری' ہے۔

WATER SCARCITY IN PAKISTAN – CAUSES, EFFECTS AND SOLUTIONS

سرسبز جگہیں اور اچھی صحت

یاسر علی بھائی (قانون دان/سماجی کارکن)

پارک اور سرسبز جگہیں اور باغات وغیرہ استدلالی طور پر تمام سرکاری سہولیات میں سب سے زیادہ آفاقی سمجھی جاتی ہیں کیونکہ سرکار کی ملکیت کا یہ وہ اثاثہ ہیں جنہیں وہ کمیونٹی کے تمام طبقات کو بلا امتیاز پیش کرتی ہیں خواہ وہ غریب ہو یا امیر، نوعمر بچہ ہو یا ریٹائرڈ بوڑھا فرد، یہ سہولیات سب کے لیے یکساں طور پر دستیاب ہوتی ہے۔

عام طور پر پارک اور سرسبز جگہیں ماحولیات پر اپنے مفید اثرات مرتب کرنے کے لیے اہم ترین سمجھی جاتی ہیں تاہم حال ہی میں لندن کے ایک خیراتی ادارے 'فیلڈز ان ٹرسٹ' (FIT) کی جانب سے شائع کی جانے والی رپورٹ بعنوان 'پارکس اور سرسبز جگہوں کی قدر و قیمت' میں ایک سماجی اقتصادی نقطۂ نظر سے پارکوں اور سرسبز جگہوں کا تجزیہ اور ان سے پہنچنے والے فوائد کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق یہ حقیقت سامنے آئی کہ پارکوں اور سرسبز جگہوں سے برطانیہ میں اس کے شہریوں کے لیے صحت اور خبرگیری کی مد میں 34 بلین پونڈ سے زائد مالیت کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

اپنی نوعیت کی اس پہلی تحقیق میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ برطانیہ میں پارک اور سرسبز جگہیں معاشی طور پر فائدہ پہنچا رہی ہیں ساتھ ہی ان میں باقاعدگی سے آنے والوں کی صحت میں بھی بہت بہتری پیدا ہوتی ہے۔ یہاں پاکستان میں ہمیں اس سے سبق سیکھنا چاہیے اور معلوم شواہد کی بنیاد پر پالیسی ساز فیصلے کرنے چاہیے اور اپنے شہریوں کی بہتر صحت کے لیے پارکوں اور سرسبز جگہوں کی سہولت فراہم کرنی چاہیے۔

شہری میں موجود اچھے اور مخلص لوگوں کی طرح فیلڈز ان ٹرسٹ (FIT) نے اپنے نظریات ہر خاص و عام تک پہنچائے ہیں کہ کچھ ہی سرکاری سہولیات ایسی ہیں جن کی وسعت بہت زیادہ ہے اور مقامی آبادی پر اس کے بہت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، پارک اور سرسبز جگہوں کی سہولت ان میں سرِفہرست ہے۔

تاہم ہمارے ملک کی طرح یہ بات سامنے آئی کہ برطانیہ میں بھی پارک اور سرسبز جگہوں کی قدر و قیمت کا تخمینہ مقامی آبادیوں کو اس سے پہنچنے والے حقیقی فوائد کے بجائے مقامی بجٹ میں ان کی دیکھ بھال پر ہونے والے اخراجات سے لگایا جاتا ہے۔ تاہم ملک میں ان کی اہمیت کی حقیقت کے ادراک کے موضوع پر آنے والے دنوں میں علیحدہ سے ایک مقالہ تحریر کیا جائے گا۔

پارک اور سرسبز جگہیں فائدہ مند ہیں کیونکہ

- صحت کی حفاظت اور بہتری کے لیے معاون ہوتے ہیں
- مستقبل کے مالیاتی اخراجات کو کم کرتی ہیں
- صحت کی ناہمواریوں کو کم کرتی ہیں
- سماجی میل ملاپ اور مساوات کو بڑھاوا دیتی ہیں
- بشکریہ فیلڈز اِن ٹرسٹ (FIT) کی پارکس اور سرسبز جگہوں کی قدر و قیمت پر رپورٹ

تحقیق کی اقتصادی مالیت کا اطلاق ہمارے ملک میں بہت کم ہوتا ہے لیکن تحقیق سے حاصل کئے گئے دیگر نتائج ہمیں یہ سوچنے پر اُکساتے ہیں کہ اپنے ملک میں اس کے اطلاق پر توجہ دی جائے۔ مثلاً تحقیق سے معلوم ہوتا کہ وہ لوگ جو اپنے علاقے کے پارکوں میں مہینے میں صرف ایک بار ہی جاتے ہیں وہ بھی پارکوں اور سرسبز جگہوں کی موجودگی کی اہمیت سے بخوبی واقف ہیں اور روزانہ جانے والے لوگوں سے زیادہ پارکوں کی دیکھ بھال اور انہیں برقرار رکھنے کے لیے ادائیگیاں کرنے کے لیے رضامند ہیں۔

حیرت انگیز طور پر تحقیق کے مطابق کم آمدنی والے طبقات اور اقلیتی گروہ سروے کئے گئے دیگر گروہوں کے مقابلے میں زیادہ ادائیگیاں کرنے کے لیے راضی ہیں۔

پارک اور سرسبز جگہوں کو استعمال کرنے کے سبب کے طور پر سماجی محرکات ابھر کر سامنے آئے ہیں شہر میں رہنے والوں کی ایک کثیر تعداد نے بتایا کہ وہ پارک اور سرسبز جگہوں کا استعمال گھر سے دور گھر کی حیثیت سے کرتے ہیں جہاں وہ اپنے دوستوں سے سماجی رابطے میں رہتے ہیں، اپنے اعصاب کو سکون پہنچاتے ہیں اور بچوں کے ساتھ پکنک مناتے ہیں۔ جبکہ دیہی باشندوں نے بتایا کہ وہ ان جگہوں کی سیر مختلف کھیل کھیلنے اور بچوں کی کھیل کود کی سرگرمیوں کی وجہ سے کرتے ہیں۔

پارکوں اور سرسبز جگہوں پر باقاعدگی سے جانے والے لوگوں نے رپورٹ کیا کہ اس سے انہیں اعلیٰ درجے کی خیروعافیت، زندگی کا اطمینان اور بہتر جسمانی اور ذہنی صحت کا احساس ہوتا ہے اور ان کی سماجی اور صحتی حالت پارک نہ جانے والوں کی نسبت بہت بہتر ہوتی ہے اور پارکوں کے باقاعدہ استعمال کی وجہ سے صحت اور خیروعافیت کی اس بہتری کی وجہ سے قومی خزانے کے قومی صحت پر ہونے والے اخراجات میں کمی آتی ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ صرف برطانیہ میں پارکوں اور سرسبز جگہوں کی وجہ سے نیشنل ہیلتھ سروس کی مد میں اندازاً 111 ملین پاؤنڈ سالانہ کی بچت ہوتی ہے۔

سخت معاشی دشواریوں کے باوجود ان علاقوں میں جہاں کم تر آمدنی والے طبقوں اور کالے لوگوں کی اکثریت رہائش پذیر ہے پارکوں اور سرسبز جگہوں کی فراہمی ترجیحی بنیادوں پر ہونی چاہیے۔ ایشیائی اور لسانی اقلیتی آبادیاں پارکوں اور سرسبز جگہوں سے بہتر طور پر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

میری رائے کے مطابق ہم سب اس بات پر متفق ہوں گے کہ پاکستان میں آمدنی اور جغرافیائی علاقائیت سے ہٹ کر بلا امتیاز تمام علاقوں میں پارکوں اور سرسبز جگہوں کا قیام ترجیحی طور پر عمل میں آنا چاہیے۔

’چیریٹی کی حکمت عملی برائے سرسبز جگہوں کی بہتری 2018-2022‘ کے اپنے پیش لفظ میں چیریٹی کے صدر ڈیوک آف کیمبرج نے کہا کہ ’کچھ ذرائع میں وہ صلاحیت ہوتی ہے جو سماجی مسائل کی ایک وسیع فہرست پر اثر انداز ہو سکیں جتنا کہ پارک اور سرسبز جگہیں اثر انداز ہوتی ہیں اور پارکوں اور سرسبز جگہوں تک رسائی کے ذریعے ہمیں جسمانی اور ذہنی طور پر صحت مند رہنے میں مدد ملتی ہے، سماجی تنہائی کو دور کرنے میں مدد ملتی ہے اور مقامی آبادیوں کے سکوت کو کم کرتی ہیں۔ خواہ وہ کھیل کود کے ذریعے ہو، دوستوں کے ساتھ سماجی رابطہ کاری کے ذریعہ ہو یا پھر خاموشی کے ایک پرسکون لمحے کے حصول کے ذریعہ ہو۔ پارک اور سرسبز جگہیں ہمیں زیادہ خوش وخرم رکھتی ہیں۔‘ میں اس میں مزید کوئی اضافہ نہیں کرسکتا۔ یہ وقت ہے کہ جو صاحب اِقتدار ہیں وہ سماج اور ماحول کی بہتری کے لیے اپنا مثبت کردار ادا کریں۔

کیا آپ کو معلوم ہے

ایک انسان اوسطاً تین (3) سلینڈر (Cylinders) آکسیجن سانس کے ذریعے لیتا ہے۔ آج موجودہ دور میں ایک سلینڈر آکسیجن کی قیمت تقریباً سات سو روپے (Rs.700/-) ہے۔ اس طرح سے ایک انسان پورے دن میں تقریباً 2100/- روپے کا آکسیجن لیتا ہے۔ اگر یہ آکسیجن ہمیں با آسانی نہ ملے جیسا کہ ابھی ہم درختوں اور پودوں سے حاصل کررہے ہیں تو ہمیں تقریباً 766,500/- روپے سالانہ خرچ کرنا پڑینگے۔ کیا آپ اتنے پیسے ادا کرسکتے ہیں۔

کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں۔

برائے مہربانی اس پیغام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں میں پھیلائیں

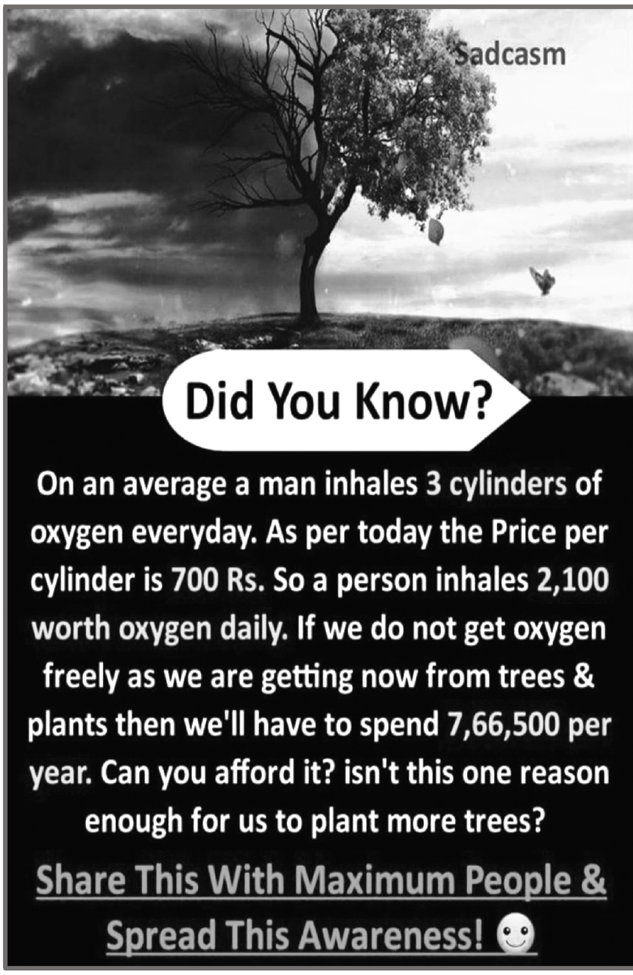

ایک پارک کی داستان

امرہ جاوید

1973ء میں جب ہم اپنا مکان تعمیر کرنے کے لیے ایک جگہ کی تلاش کررہے تھے ہماری خواہش تھی کہ ہمیں کوئی ایسی جگہ مل جائے جو ائیرپورٹ سے مختصر فاصلے پر ہو کیونکہ میرے شوہر پی آئی اے میں ایروناٹیکل انجینئر تھے۔ ہم کے اے ای سی ایچ ایس پر متفق ہوگئے کیونکہ یہ ہمارے لیے زیادہ موزوں تھا حالانکہ اس وقت یہاں کی حالت بہت مایوس کن تھی لیکن ہمارا خیال تھا کہ جب تک ہم یہاں اپنا گھر تعمیر کریں گے اس وقت تک یہاں حالات میں کافی بہتری آجائے گی جو بعد میں ایک غلط تصور ثابت ہوا۔ حالانکہ وہاں بہت سے پلاٹ فروخت کے لیے موجود تھے لیکن ہم نے ایک ایسے پلاٹ کا انتخاب کیا جس کے آگے ایک پلاٹ کو پارک کی حیثیت سے مختص کیا گیا تھا۔

جب ہم 1981ء میں اپنے گھر منتقل ہوئے تو اس وقت پارک کا علاقہ نالا (ڈرین) کے نکلتے ہوئے گندے پانی سے بھرا ہوا تھا اور اس کے اردگرد دیواروں کی تعمیر بھی نہیں کی گئی تھی۔ سوسائٹی کی مرکزی سڑک بھی ابھی تک ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔

1986ء میں چند خواتین نے مل کر فیصلہ کیا کہ علاقے کی حالت سدھارنے اور اسے بہتر بنانے کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ ایک معروف صحافی کی بیگم سفینہ صدیقی کی رہنمائی میں ہم نے ویمن ویلفیئر سوسائٹی (WWS) قائم کی اور سوشل ویلفیئر سوسائٹیز ایکٹ کے تحت اسے رجسٹرڈ بھی کرالیا۔ اس تنظیم کے جھنڈے تلے ہم نے 18 ماہ کی قلیل مدت میں سوسائٹی کا نقشہ ہی بدل دیا۔ ہم نے سڑکوں کی تعمیر کرائی، اپنی مدد آپ کے اصول کے تحت کوڑے دان نصب کرائے، ایڈیشنل چیف سیکرٹری سندھ صلاح الدین قریشی کے تعاون سے سوئپرز کا انتظام کرایا حالانکہ ان دنوں نئی ملازمتوں پر پابندی عائد تھی لیکن پھر بھی انہوں نے صرف سوسائٹی کے لیے 13 سوئپرز کی منظوری دی ان سوئپرز کی ہم نگرانی کرتے تھے۔ ہم نے پارک کے اردگرد دیواریں تعمیر کرانے میں بھی کامیابی حاصل کرلی جس کی وجہ سے پارک کا علاقہ محفوظ ہوگیا۔

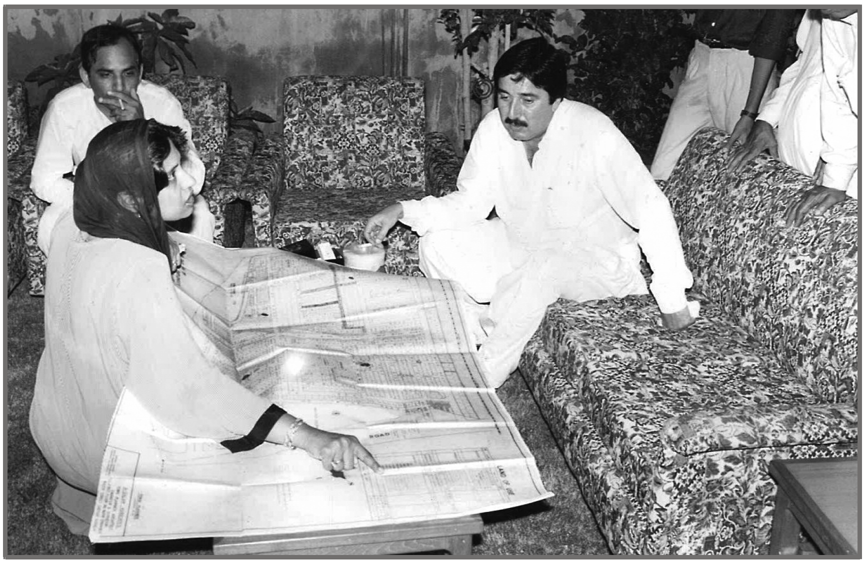

امرہ جاوید اس وقت کے چیئرمین ڈی۔ایم۔سی ساؤتھ جمشید خان کے ساتھ پارک ڈیولپمنٹ پلان پر تبادلۂ خیال کررہی ہیں

ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بلڈوزر پارک کی زمین کو ہموار کررہا ہے۔ میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بلڈوزر کے ڈرائیور اور کام کی نگرانی کرنے والے افراد تک پہنچی۔ یہ سن کر مجھے شدید جھٹکا لگا کہ سوسائٹی نے پارک کی زمین اس شخص کو الاٹ کردی ہے اور وہ اپنا گھر تعمیر کرانے کے لیے پلاٹ کی زمین ہموار کررہا ہے۔ میں نے اپنے ڈرائیور کو سوسائٹی کی تمام ارکان خواتین کو اطلاع دینے اور انہیں فوری طور پر لانے کے لیے بھیجا۔ ہم تمام خواتین نے ڈرائیور کو کام روکنے پر مجبور کیا اور ہم نے چیئرمین ڈی۔ایم۔سی ساؤتھ کے دفتر سے رجوع کیا جو علاقے میں تمام ترقیاتی کاموں میں ہماری مدد کررہے تھے۔ ہم نے سوسائٹی کے اصل نقشہ کے ساتھ ایک درخواست پیش کی جس میں میں نے وضاحت کی کہ کیوں ہم نے اپنے مکان کے لیے اس پلاٹ کا انتخاب کیا اور سوسائٹی اس نقشے میں کیسے تبدیلی کرسکتی ہے۔ جمشید احمد خان چیئرمین ڈی۔ایم۔سی ساؤتھ بہت معاون ثابت ہوئے اور انہوں نے فوری طور پر پارک کے لیے ایک باؤنڈری وال تعمیر کرنے کے احکامات صادر فرمائے۔

اس طرح حریص لینڈ مافیا کے پنجوں سے ایک پارک کو بچالیا گیا۔ یہ میری جدوجہد کا اختتام نہیں تھا کیونکہ میرے پڑوس کی خواتین جو تمام پردہ دار تھیں، میرے پاس آئیں اور انہوں نے میرے سامنے اپنے مسائل رکھے کہ ریلوے لائن کی دوسری طرف رہنے والے منشیات کے عادی افراد اب پارک تک آنے لگے ہیں اور اس میں بیٹھ کر منشیات کا استعمال کرتے ہیں اور گھروں میں چوری کی وارداتیں بھی کرتے ہیں اس صورت حال نے مجھے بھی پریشان کردیا کہ ہم کیسے ایک شہری کو حکومتی سہولت سے فائدہ اٹھانے سے روک سکتے ہیں۔ تب ہی اچانک مجھے خیال آیا کہ اگر ہم اس پارک کو صرف خواتین کے لیے مخصوص پارک بنادیں تو اس سے ہمارے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا جب ہم نے چیئرمین ڈی۔ ایم۔ سی ساؤتھ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ایک تقریب کا اہتمام کیا تو میں نے اس تقریب میں چیئرمین کے سامنے اس پارک کو صرف خواتین کے لیے مخصوص کرنے کی تجویز پیش کی تاکہ علاقے کی خواتین کو ایک ایسی جگہ میسر آجائے جہاں وہ آزادانہ طور پر گھوم پھر سکیں۔ چیئرمین ڈی۔ ایم۔ سی ساؤتھ نے میری اس تجویز کو منظور کرلیا اس طرح پہلا 'خواتین پارک' قائم ہوگیا۔

اس پارک کو ویمن ویلفیئر سوسائٹی نے اپنی نگرانی میں لے لیا اور سفینہ صدیقی نے 2009ء میں ہونے والی شدید بارشوں تک علاقہ مکینوں کے عطیات کی مدد سے اس کی دیکھ بھال کی۔ سڑک کی سطح سے نیچے ہونے کی وجہ سے اس میں سیوریج کا پانی داخل ہوگیا اور پانی کھڑا ہونے کی وجہ سے تمام پودے تباہ ہوگئے جب کہ پارک کا سامان مفاد پرست عناصر نے دانستہ طور پر تباہ کردیا۔ ایم کیو ایم کی حکومت اس پر قبضہ کرنا چاہتی تھی انہوں نے تجویز پیش کی کہ اگر وہ اس پارک کا نام علاقے کے ممبر قومی اسمبلی کے نام پر کرنے کی اجازت دے

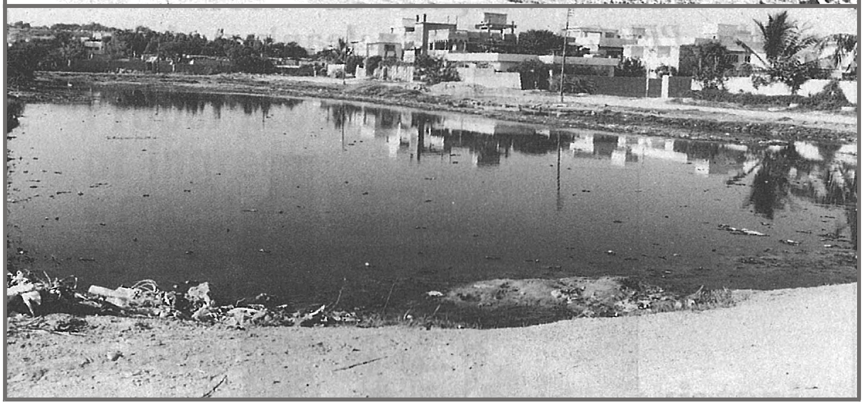

دیں تو وہ اس کی از سر نو تعمیر کرادیں گے جسے ہم نے واضح طور پر مسترد کردیا۔ اس دن سے اس کی آبادکاری کے لیے ہم نے ہر دفتر سے رجوع کیا۔ دومرتبہ اس کا ٹینڈر بھی منظور کیا گیا لیکن ٹھیکیدار فنڈ ہڑپ کر کے غائب ہوگئے اور پارک کا کام ابھی تک مکمل نہیں ہوا ہے۔

گذشتہ سال مون سون کے موسم میں ہم نے بڑی تعداد میں درختوں کی شجرکاری کی تھی کیونکہ ہمیں ڈی ٹی او گارڈن نے یقین دلایا تھا کہ وہ ان درختوں کی دیکھ بھال کے لیے عملہ اور پانی کی فراہمی کو یقینی بنائیں گے۔ لیکن محکمہ باغات کی جانب سے کیے جانے والے تمام گذشتہ وعدوں کی طرح اس وعدہ کا بھی پاس نہیں کیا گیا۔ جب ہم ہر طرف سے مایوس ہوگئے تو ہم نے محتسب سے رجوع کیا جنہوں نے متعلقہ محکموں کو اپنی پوزیشن واضح کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد سے بالآخر ہم دو مالی تعینات کرانے میں کامیاب ہوگئے اور مجھے اپنے عملے کے ذریعے پارک کے پودوں کو اپنے گھر سے پانی دینے کی ذمہ داری سے چھٹکارا نصیب ہوا ظاہر ہے کہ اس اضافی کام کے لیے مجھے اپنے اسٹاف کو علیحدہ سے ادائیگی کرنا پڑتی تھی۔

ہم آج تک پارک کے لیے ضروری آلات کے منتظر ہیں اور ساتھ ہی یک مستقل رہائشی چوکیدار کے بھی۔ کیونکہ ابھی تک رہائشی کوارٹر نامکمل ہیں اس لیے کوئی بھی یہاں آنا نہیں چاہتا۔ یہ ہے کے اے ای سی ایچ ایس کے ویمن ویلفیئر پارک کی 31 سالہ تاریخ کی داستان۔

کہانی کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کوآپریٹیو سوسائٹی کا انتظام ابھی تک چند افراد کے گروہ کے ہاتھ میں ہے جن کی سوسائٹی میں نہ کوئی جائیداد ہے اور نہ ہی وہ اس علاقے میں رہائش رکھتے ہیں لیکن وہ سیل ڈیڈ اور جائیداد کی منتقلی کے نام پر رقوم بٹور رہے ہیں اور علاقے کے باشندوں کی فلاح و بہبود کے لیے کبھی کوئی تعمیری کام نہیں کیا ہے آخر یہ تمام رقم کہاں جاتی ہے اس کی تحقیقات کرنے کی ضرورت ہے۔

Human Rights sensitisation workshop with Police, held on 20-April-2018 at Police Training School, Garden, Karachi

Human Rights sensitisation workshop with Police, held on 20-April-2018 at Police Training School, Garden, Karachi

workshop on "Water Issue in Sindh" held on 8-April-2018 at Press Club, Mirpurkhas

workshop on "Water Issue in Sindh" held on 8-April-2018 at Press Club, Mirpurkhas

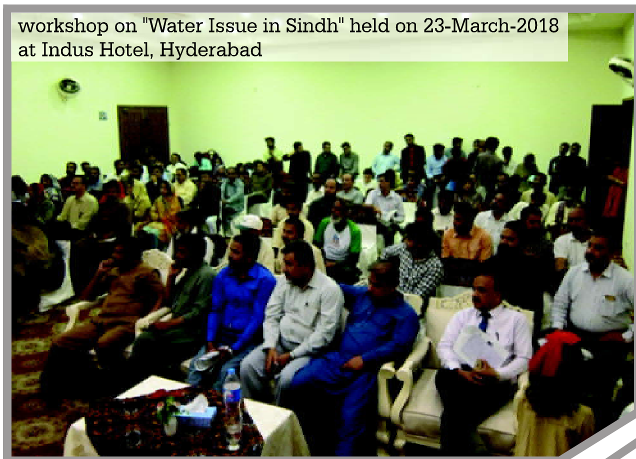
workshop on "Water Issue in Sindh" held on 23-March-2018 at Indus Hotel, Hyderabad

workshop on "Water Issue in Sindh" held on 23-March-2018 at Indus Hotel, Hyderabad

شہری۔شہری برائے بہتر ماحول ــــ ایک تعارف

شہری۔سی بی ای (شہری برائے بہتر ماحول) کراچی میں قائم ایک رضا کارانہ تائیدی گروہ ہے جسے حساس اور ہمدرد شہریوں نے 1988ء میں قدرتی ماحول کی تباہی اور اسے دوبارہ تعمیر کرنے کے متعلق اپنے خدشات اجاگر کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔

شہری غیر قانونی تعمیرات درجہ بندی کی خلاف ورزیوں اور ان سے متعلق علامات مثلاً گندے پانی کی نکاسی، ناجائز تجاوزات، پارکنگ اور انفرااسٹرکچر، سے نمٹنے پر خصوصی زور دیتا ہے۔ شہری۔ سی بی ای باقاعدہ اداروں اور حکومتی ایجنسیوں کی نگرانی کرتا ہے اور سول سوسائٹی کی ایسا ہی کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

کامیابیاں

سندھ سینئر سٹیزن ویلفیئر بل 2014ء کی منظوری، کلفٹن روڈ کی اعلان کردہ سڑک چوڑی کرنے کی جگہ پر گلاس ٹاور کی غیر قانونی تجاوزات کا انہدام۔

منگھو پیر روڈ پر گٹر باغیچہ کی 655 ایکڑ اراضی کا تحفظ۔ یہ لیاری کے کم آمدنی والے گنجان آباد علاقے کی، جس میں تقریباً دس لاکھ افراد رہائش پذیر ہیں، سب سے بڑی کھلی تفریحی جگہ ہے۔

کراچی کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی یونین میں کڈنی ہل پارک کی 62 ایکڑ اراضی بشمول کے ڈبلیو ایس بی کی اعلان کردہ تنصیبات کی 18 ایکڑ اراضی کا تحفظ۔

کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی (کے بی سی اے) کی نگران کمیٹی اور ایک عوامی معلوماتی کاؤنٹر کا قیام۔

کراچی اور سندھ میں کراچی ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے 11 اور سندھ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے 15 بس ڈپوؤں کی کمرشلائزیشن اور فروخت کو رکوانا۔ آج کل یہ پلاٹ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی بین الشہر بسوں کے اڈے اور ٹرانسپورٹ سے متعلق دیگر سرگرمیوں کے لیے استعمال کر رہی ہے۔

لائنز ایریا کراچی میں کھیل کے میدان (میکرو) و یب گراؤنڈ کا تحفظ۔

باغ ابن قاسم کلفٹن کے رفاہی پلاٹ میں کوسٹالینا اپارٹمنٹ کے ڈھانچے کا انہدام۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کراچی نے اب یہاں ایک پارک بنا دیا ہے۔

لاہور میں ڈونگی گراؤنڈ پارک/کھیل کا میدان کی کمرشلائزیشن کی روک تھام۔

لاہور بچاؤ تحریک کے ایک حصے کے طور پر کینال بینک توسیع منصوبے سے ہونے والے نقصان کی مقدار کو کم کرنا۔

کوئٹہ میں زلزلے کے جھٹکے سے بچاؤ کے تعمیراتی قانون کی دوبارہ توثیق۔

شہری۔ پولیس باہمی عمل میں شراکت، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور پولیس اصلاحات پر پاکستان بھر سے تقریباً 1600 پولیس اہلکاروں کی تربیت۔

گزشتہ سالوں میں مسلمہ ماحولیاتی خلاف ورزیوں سے متعلق مقدمات میں شہری کی ماہرانہ خدمات کو اعلیٰ عدالتوں نے تسلیم کیا ہے اور اسے (aimicus curiae) 'عدالت کا دوست' کے خطاب سے نوازا ہے۔

اہداف/مقاصد

ایک آگاہ اور باعمل سول سوسائٹی، اچھی حکمرانی، شفافیت اور قانون کی حکمرانی کا قیام۔

سرکاری پالیسیوں کے اثر اور ان پر تحقیق، دستاویزی بنانے اور مکالمہ کرنے کو بڑھاوا دینا۔

ایک مؤثر اور نمائندہ مقامی حکومت کے نظام کو مستحکم کرنا۔

کراچی شہر کے لیے ایک نمائندہ ماسٹر پلان/زوننگ پلان کی تیاری اور ان پر مؤثر عملدرآمد۔

معاشرے میں بنیادی انسانی حقوق کی پابندی۔

شہری کیسے کام کرتا ہے؟

ایک رضا کارانہ انتظامی کمیٹی جسے جنرل باڈی کے ذریعے ایک دو سالہ مدت کے لیے منتخب کیا جاتا ہے، جو کھلے اور جمہوری اصولوں پر انتظامی امور کی انجام دہی کرتی ہے۔ رکنیت (ممبر شپ) ہر خاص و عام کے لیے کھلی ہیں جو شہری کے اہداف اور اغراض و مقاصد اور یادداشت (میمورنڈم) سے متفق ہیں۔

شہری کے لیے رضاکاروں کی ضرورت ہے

شہری کے مختلف منصوبے ذیل میں درج چھ ذیلی کمیٹیوں کی وساطت سے چلائے جاتے ہیں۔

- قانونی معاملات/امور
- میڈیا اور بیرونی روابط
- دس لاکھ درختوں کی شجرکاری مہم
- ثقافتی ورثہ کا تحفظ اور بحالی
- مالی حصول
- اسلحہ سے پاک معاشرہ

شہری کی رکنیت

2018ء کے لیے اپنی رکنیت کی تجدید کروانا نہ بھولیں۔

''شہری۔سی بی ای'' میں شرکت کریں اور بطور اچھے شہری اس شہر کو صاف رکھنے، صحت بخش اور ماحول دوست مقام بنانے کے لیے مدد کریں۔

شہری میں شمولیت اختیار کیجئے

ایک بہتر ماحول کی تخلیق کے لیے
مبلغ -/2000 روپے کے کراس چیک کے تحت
(سالانہ ممبر شپ فیس)
بنام شہری۔سی بی ای، بمع پاسپورٹ سائز فوٹو
پتہ: R-88، بلاک 2، پی ای سی ایچ ایس، کراچی۔ 75400
ٹیلیفون/فیکس 92-21-3453-0646

نام ______________________

ٹیلی فون (گھر) ______________________

ٹیلی فون (دفتر) ______________________

ایڈریس ______________________

پیشہ ______________________